ماہنامہ

راہ اسلام

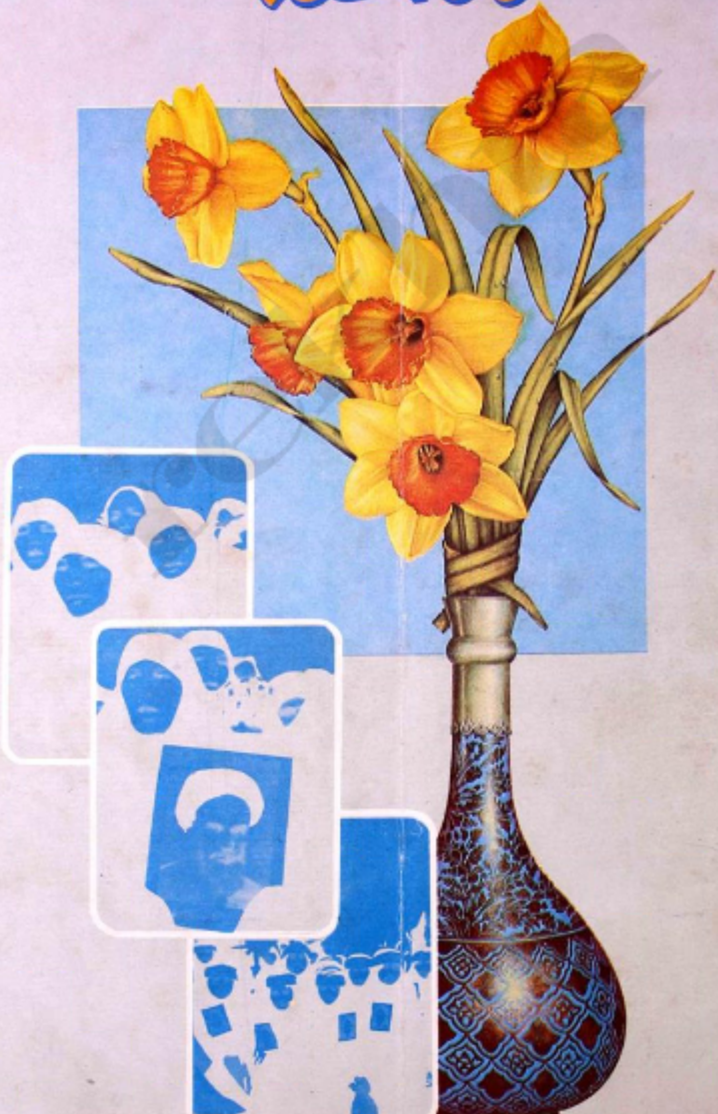

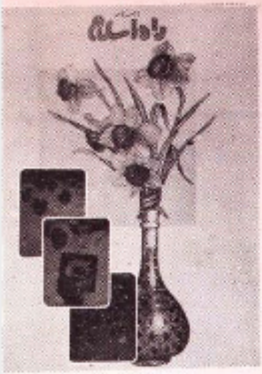

ماہنامہ
راہ اسلام
شمارہ ۸۲ جنوری ۱۹۹۱ء

○ عکس سرورق صفحہ ۱: گل بمناسبت یوم خواتین و تولد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

○ **عکس صفحہ ۳۳ (۱/۱۳)، [illegible] افتتاح کرتے ہوئے۔**

○ عکس سرورق صفحہ ۲: (پائیں) محترم نائب صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال شرما خانۂ فرہنگ میں "نمایشگاہ فردوسی" نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے۔ (رپورٹ صفحہ ...)

○ عکس سرورق صفحہ ۳: بلوچستان میں قدیمی ۲۰۰ سال کا ایک مکان جسمیں ہوا کے لئے مخصوص روشن دان ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الاِسلام

راہ اسلام میں شایع ہونے والے ہر مقالے کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

اس شمارے میں

اداریہ: ———— ۲

● ثقافتی:
تعلیمات قرآن ———— ۳
تعلیمات تشیع اجمالاً ———— از: حضرت آیت اللہ منتظری ———— ۶
فارسی سیکھو ———— ۱۰
سرزمین ایران ———— ۱۲
تحریف قرآن کی حقیقت ؟ ———— از: رسول جعفریان ———— ۱۴
مبلغ اسلام علامہ سید مجتبیٰ حسین کاموں پوری ———— ۲۰
پیام شہید ———— ۲۲
اتحاد بین المسلمین، تشیع و شیری کا اسوہ ———— از: سید حامد ———— ۲۳
سلمان رشدی کی شیطانی آیات ———— از: محمد اسلم ———— ۲۸
امریکہ میں خواتین کی آزادی اس صدی میں ... فریب ———— ۳۱

● ہنری و فنی:
نظم ———— ۳۳
ہنری و فنی واقعات ———— ۳۳

● تاریخی:
زندگانی پیغمبر اسلام ———— از: جعفر سبحانی ———— ۳۶
ولادت حضرت علی علیہ السلام ———— ۴۰
ولادت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ———— ۴۳
خواتین کی عظمت ... ارشادات امام خمینیؒ ———— ۴۳
ولادت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ———— ۴۴

● تفریح صحیح:
کشکول ———— ۴۵
چودہ ؟ انعامی مقابلہ ———— ۴۷
صحیح جوابات ———— ۴۸

● ایران و جہان:
صحیفۂ نور ———— ۵۰
[illegible] ———— از: مہدی الرضوی ———— ۵۳

● اہم خبریں:

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر
غلام رضا نور محمدان
خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران
تلک مارگ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

فون: ۳۸۳۲۳۲

قیمت: ۵ روپے

[illegible] پرنٹرس، ۳۰۶ پریم نگر غازی آباد (یو پی)

تعلیمات نہج البلاغہ

از حضرت آیت اللہ مطہری

معرفتِ خداوندی

گذشتہ شماروں میں نہج البلاغہ کے خطبہ۔ ۱۸۶ کی تشریح کے ذیل میں زمین کی تخلیق کا تجزیہ کرتے ہوئے مولائے متقیان کے اس جملے کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے جس میں آپ نے تخلیق زمین کے سلسلے میں ارشاد کیا ہے کہ "خداوند عالم نے زمین کی ایجاد کی، کسی قسم کی مصروفیت کے بغیر اس کی حفاظت کی، کسی ٹھہراؤ کی جگہ کے بغیر اسے ثابت و استوار جایا، کسی پایہ و ستون کے بغیر اسے بلند کیا، اسے ہر قسم کے ٹیڑھے اور کجی پن سے محفوظ رکھا اور گرنے اور شگاف پیدا ہونے سے بھی اس کی حفاظت کی۔" ذیل میں اس خطبے کے دیگر جملوں کی شرح ملاحظہ ہو:۔

گذشتہ سے پیوستہ

هوالظاهرُ علیها بسلطانه وعظمته۔

خداوند عالم اپنی سلطنت وعظمت و بزرگواری کے ذریعہ دنیا پر احاطہ رکھتا ہے۔

دنیا پر احاطہ :۔

خداوند عالم زمین پر ظہور و احاطہ رکھتا ہے لیکن اس کا احاطہ جسم کا جسم پر احاطہ نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی قدرت وعظمت کے ذریعہ زمین کو محفوظ رکھا ہے۔ اس بات کو مندرجہ ذیل مثال کی مدد سے زیادہ بہتر سمجھا جا سکتا ہے۔

روشنی زمین پر احاطہ رکھتی ہے اور اگر یہ روشنی نہ ہو تو کوئی بھی چیز قابل درک و فہم نہیں ہے۔ پس روشنی ظاہر بالذات ہے یعنی اس کی ذات ظہور کی حامل ہے اور وہ دوسری چیزوں کو بھی ظاہر و نمایاں کر دیتی ہے۔ اس کے باوجود اگر ہم لوگوں نے تاریکی کو نہ دیکھا ہوتا اور محض نور ہی نور ہوتا تو ہم نور کی معرفت نہ حاصل کر پاتے۔ یعنی لوگ اگر ہم سے یہ کہتے کہ آپ نور میں غرق ہیں اور نور تمام چیزوں کو نمایاں کر دیتا ہے۔ تو ان باتوں کے جواب میں ہم صرف یہ کہتے کہ "نور کیا ہے ؟!" اور ہم نور کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہیں بالکل اسی طرح ہے کہ جیسے مچھلی سے لوگ یہ کہیں کہ تیری حیات پانی سے وابستہ ہے مچھلی جس نے پانی کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں ہے اور اسی میں غرق رہتی ہے، اگر بولنے لگے تو یہی کہے گی کہ "پانی کیا ہے ؟! میں پانی سے ناواقف ہوں! لیکن جس وقت وہ پانی سے باہر آجاتی ہے اسے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زندگی میں پانی کی قیمت و اہمیت کیا ہے۔ اسی طرح جو چیزیں انسان کے لئے لازمی ہیں اور ہمیشہ انسان کی نظروں کے سامنے رہا کرتی ہیں ان سے انسان غافل رہا کرتا ہے۔ جیسے ہوا جس نے ہمارے چاروں طرف احاطہ کر رکھا ہے اور ہم ہوا میں غرق ہیں لیکن

ہم لوگوں کی نظر میں ہوا کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ ہم ہمیشہ اسی کے سہارے سانس لیتے ہیں لیکن اگر کسی دن ہوا کی کمی پیدا ہو جائے یا ہم کسی ایسی جگہ پہونچ جائیں جہاں بالکل ہوا نہ ہو تو اس موقع پر ہمیں ہوا کی قدر و قیمت و اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

قدرت خداوندی نے اس وسیع کائنات منجملہ زمین کو اپنی نگرانی میں رکھا ہے اور اس کو ہر قسم کے انحرافات سے بھی محفوظ رکھا ہے لیکن چونکہ ہم اسی زمین پر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس عظیم نعمت سے مالا مال ہیں اس وجہ سے ہم اس سے غفلت کرتے ہیں۔ پس کائنات کا وجود، اس کی بقا یہاں تک کہ ہمارے افکار و خیالات بھی خداوند عالم کی قدرت سے وابستہ ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی کام کو اپنی فکر اور اپنے ارادہ سے انجام دے تو اسے یہ نہ بھولنا چاہیے کہ یہ قوت فکر اسے خداوند عالم نے عطا کی ہے ورنہ اسے تو سوچنے کی بھی صلاحیت نہ تھی۔

قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں: "لمن شاءَ منکم ان یستقیم وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العالمین" خواہش و استقامت تمہاری ذات سے وابستہ ہے لیکن یہ خواہش و ارادہ نظام کائنات کا جز ہے۔ پس اگر خداوند عالم کسی چیز کا ارادہ نہ کرے تو تم اس چیز کا ارادہ نہیں کر سکتے، تو کیونکہ کائنات کا نظام خداوند عالم کے ارادہ سے وابستہ ہے اور تم بھی اس کائنات کا ایک حصہ ہو۔ پس دنیا میں جو چیزیں دکھائی دیتی ہیں وہ ذات حق تعالی ہیں جیسے نور خود ظاہر و نمایاں ہے اور دوسری اشیاء کو بھی ظاہر و نمایاں بنا دیتا ہے۔

حضرت امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم ظاہر ہے اور کائنات پر احاطہ رکھتا ہے۔ اس کے بعد

اس وہم کو دور کرنے کے لئے کہ کہیں بعض لوگ ظہور کا مطلب آنکھ سے دیکھنا نہ سمجھنے لگیں آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں بسلطانہ وعظمتہ یعنی یہ ظہور و احاطہ اس کی سلطنت و عظمت کے ذریعہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے یہ کہا جائے کہ انسان کی جان اس کے پورے جسم پر احاطہ رکھتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اگر جان نہ ہو تو نہ ہاتھوں میں حرکت ہوگی اور نہ آنکھ دیکھنے کا کام کرے گی، نہ کان سننے کا کام کریں گے اور نہ انسانی اعضا و جوارح حرکت میں آسکیں گے۔ یہ انسان کی جان ہے جو اس کے حواس کو حرکت میں لاتی ہے اور انسان کو قوت عطا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس سے غافل رہتے ہیں کیونکہ ہم اسے دیکھتے نہیں ہیں۔

"وھو الباطن لھا بعلمہ و معرفتہ"

اور وہ ہے جو اپنے علم اور اپنی معرفت سے زمین کے باطن سے واقف و آگاہ ہے۔

اجسام میں نفوذ:

خداوند عالم زمین کے باطن اور مادی عالم سے مطلع و آگاہ ہے کیونکہ وہ خود تمام مخلوقات اور جملہ عوالم کا خالق ہے اور جو کچھ ہے وہ وجود حق تعالی کا ایک جلوہ ہے۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا اس عالم کے باطن میں بھی نفوذ رکھتا ہے لیکن یہ نفوذ پانی کی طرح نہیں ہے جو کسی جسم میں نفوذ کر جائے بلکہ خداوند عالم اپنے علم و معرفت کے ذریعہ اس دنیا کے باطن پر اپنا اثر رکھتا ہے اور دنیا کے تمام ظاہر و باطن اس کے وجود کا ایک جلوہ ہیں۔

پس کائنات میں خداوند عالم کے نفوذ کا مطلب جسم میں جسم کا نفوذ نہیں ہے اور نہ اس سے مراد وہ پانی ہے جو کپڑے میں نیچے کی طرف چلا جاتا ہے بلکہ اس سے یہ بات مراد و مقصود ہے کہ خداوند عالم زمین کی جملہ گہرائیوں کی معرفت رکھتا ہے۔

"والعالی علی کل شئ منھا بجلالہ وعزتہ"

کائنات کا وجود، اس کی بقا، یہاں تک کہ ہمارے افکار و خیالات بھی خداوند عالم کی قدرت سے وابستہ ہیں۔

خداوند عالم کی عظمت و فضیلت

خداوند عالم جملہ مخلوقات پر عظمت و فضیلت و
ندی رکھتا ہے لیکن اس بلندی سے مراد جسمانی بلندی
ہیں ہے مثلاً یہ آفتاب کی طرح بلندی پر واقع نہیں
ہے اور نہ ہی اس سے مراد ایک جسم پر دوسرے جسم
ی فضیلت و بلندی ہے بلکہ خداوند عالم کی عظمت و بلندی
ں چیزوں سے نمایاں ہوتی ہے۔

۱۔ جلال:۔ خداوند عالم ایک ایسا وجود
کامل ہے جو ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے۔
رحقیقت عیب ونقص و کمزوری سے پاک رہنا ہی جلال
ہے اور یہ عظمت و فضیلت خداوندی کا ایک اہم

صلاحیت سے مالا مال کرتی ہے لیکن ہم اس کو دیکھ نہیں پاتے کیونکہ وہ ہمارے اوپر غلبۂ وجودی رکھتی ہے۔

پس خداوند عالم اپنی عظمت و بزرگی اور عزت اور اپنے وجودی غلبہ و تسلط کی وجہ سے تمام مخلوقات عالم پر فضیلت و برتری رکھتا ہے اور وہ اپنی مخلوقات پر فقط غلبۂ وجودی کا حامل نہیں ہے کیونکہ اسس کا نفس وجود پر نقص و عیب سے پاک اور عظمت وجلال کا حامل ہے۔

"لا یعجزہ شیء منہا طلبہ"

وہ جس چیز کو چاہے اسکو حاصل کرنے میں ناتواں نہیں ہے۔
جب انسان کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کی تکمیل کے لئے اسے ہر ممکن کوشش کرنی پڑتی ہے اور سعی و کوشش کے باوجود یہ ممکن ہے کہ اس کو اپنی کوشش

اتفاق ہو۔ ہے کہ چاہے وہ کتنی تیاری کیوں نہ کرے پھر بھی اسے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل ہو پاتی اور آخرکار وہ انکار کر دیتی ہے اور اسے شکست و قہر سے دوچار کر دیتی ہے لیکن خداوند عالم کے لئے اس قسم کی چیزوں کے بارے میں سوچنا بھی غلط ہے۔

"ولا یفوتہ السریع منہا فیسبقہ"

اور مخلوقات میں سے تیز رفتار افراد بھی اس سے آگے نہیں نکل سکتے۔

قدرت خداوندی سے فرار:

ممکن ہے آپ کسی کا تعاقب کیجئے لیکن اگر وہ آپ سے زیادہ ہوشیار ہوتا ہے تو وہ اتنی دور بھاگ جاتا ہے کہ آپ اسے پکڑ نہیں سکتے ہیں اور دنیا میں

خداوند عالم جملہ مخلوقات پر عظمت و فضیلت و بلندی رکھتا ہے لیکن اس بلندی سے مراد جسمانی بلندی نہیں ہے

سبب ہے۔

۲۔ عزت:۔ خداوند عالم جملہ مخلوقات پر غلبۂ وجودی رکھتا ہے کیونکہ یہ سب اسی کی تخلیق ہیں۔ اس بات کی مزید وضاحت کے لئے انسانی زندگی کو بہترین مثال کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے جسم میں جتنی طاقت ہے اور ہمارے اعضاء جوارح میں جو حرکت پائی جاتی ہے وہ ہماری روح وزندگی سے جڑی ہوئی ہے یعنی یہ ہماری جان و روح ہی ہے جو ہاتھ کو حرکت کی صلاحیت عطا کرتی ہے، آنکھوں میں بینائی کی طاقت پیدا کرتی ہے، کانوں کو سماعت کی طاقت دیتی ہے اور دماغ کو غور و فکر کی

میں کامیابی حاصل نہ ہو سکے کیونکہ انسان فطری اعتبار سے ایک کمزور و ناتواں مخلوق ہے لیکن خداوند عالم جو کچھ ارادہ کرتا ہے وہ فوری طور پر عملی جامہ پہن لیتا ہے اور اسے کسی طرح کی کوشش و آمادگی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ فقط اس کا ارادہ کر لینا ہی کافی ہوتا ہے۔

"ولا تمتنع علیہ فیغلبہ"

اور وہ جس چیز کو چاہے وہ انکار نہیں کر سکتی بلکہ وہ اس پر غالب ہو جاتا ہے۔
اگر انسان کسی چیز کے پیچھے پڑتا ہے تو اکثر ایسا

ایسی بہت سی مخلوقات ہیں جو زیادہ طاقتور ہوتی ہیں لیکن ہمیشہ ہر چیز پر غلبہ نہیں حاصل کر سکتی ہیں کیونکہ جن مخلوقات پر وہ حملہ آور ہوتی ہیں انہیں سے بعض ان حملہ آور مخلوقات سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوتی ہیں اور خطرہ کا احساس ہونے ہی وہ میدان سے بھاگ کھڑی ہوتی ہیں چنانچہ انہیں کسی طرح کے نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑتا لیکن کسی بھی مخلوق میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے خالق و پروردگار کی گرفت سے دور بھاگ جائے اور اس پر سبقت

حاصل کرلے کیونکہ کائنات کی تمام مخلوقات اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ چنانچہ سورۂ ہود کی ۵۶ ویں آیۂ کریمہ میں ہم دیکھتے ہیں۔ "ما من دابۃ الا ھو اخذ بناصیتھا" یعنی کوئی ایسا متحرک نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے اختیار کی باگ ڈور قدرت خداوندی کے ہاتھوں میں ہے اور خداوند عالم اس پر حکومت رکھتا ہے۔

بہر حال مخلوقات کتنی ہی ہوشیار ہوں خداوند عالم پر سبقت نہیں حاصل کر سکتی ہیں اور العیاذ باللہ خداوند عالم کو شکست نہیں دے سکتی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی داستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ منقول ہے کہ ان کی حکومت فقط اولاد آدم تک محدود نہ تھی بلکہ جن اور پریاں بھی ان کی حکومت کے سایہ میں تھیں اور وہ ان پر باقاعدہ حکومت کرتے تھے۔ جنات ان کے لئے نئی نئی عمارتوں کی تعمیر کرتے تھے اور ہمہ وقت ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے اور "والشیاطین کل بناء وغواص" یہاں تک کہ ہوا بھی ان کی فرمانبردار تھی۔ ایسی عظمت و قدرت کا حامل پیغمبر ایک دن زندگی کی مسلسل سرگرمیوں سے تھک کر آرام کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے دربانوں کو یہ ہدایت کی کہ آج وہ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دیں۔ ساتھ ہی انہوں نے محل کے تمام دروازے بھی بند کرا دئے اور اپنے مخصوص کمرے میں آرام کرنے لگے۔ اچانک انہوں نے ایک خوبصورت جوان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ انہوں نے اس نوجوان سے پوچھا: "بھائی تو کون ہے؟ اور دروازوں کے بند ہوتے ہوئے بھی تو یہاں تک کیسے آگیا؟ اور تجھے میرے پاس تک آنے کی اجازت کس نے دی؟" اس نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا: "مجھکو میرے پروردگار نے آپ کے پاس آنے کا

حکم دیا ہے اور اس حکم کی تعمیل کے سلسلے میں مجھے کسی سے اجازت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! حضرت نے حیرت آمیز انداز میں پوچھا: "اے نوجوان! تو کون ہے؟" اس نے کہا میں عزرائیل ہوں اور آپ کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہوں اور اس امر میں معمولی سی تاخیر بھی ممکن نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خداوند عالم کا

> بہر حال مخلوقات کتنی ہی ہوشیار ہوں خداوند عالم پر سبقت نہیں حاصل کر سکتی ہیں اور العیاذ باللہ خداوند عالم کو شکست نہیں دے سکتی ہیں۔

لشکر بند دروازوں کے باوجود متعلقہ مقام تک پہنچ جاتا ہے اور دنیا میں ایسا کوئی نہیں جو بارگاہ خداوندی سے بھاگ سکے۔

"ولا یحتاج الی ذی مال فیرزقہ"

اور دنیا میں ایسا کوئی دولتمند نہیں ہے جو اس کو روزی دے۔

حضرت امیرؑ ان جملوں میں خداوند عالم کی مکمل معرفت کے لئے مخلوقات کے ایک ایک عیوب و نقائص کی نشاندہی کرتے ہیں کیونکہ حضرتؑ ہم لوگوں سے ہم کلام ہیں اور ہمارے فکر کی سطح بہت نیچی ہے لہذا اس کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں ہے کہ ہمارے نقائص و عیوب کے تذکرہ کے ذریعہ ہم لوگوں کو خداوند عالم کی معرفت فراہم کریں کہ اگر تم موجود ہو اور خدا بھی موجود ہے تو خدا اور تمہارے درمیان فرق یہ ہے کہ تم سر سے پیر تک نقص و ضعف و عیب ہو لیکن خداوند عالم ان عیوب و نقائص سے پاک و پاکیزہ ہے۔

اس جملے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کو کسی مالدار یا دولتمند کی احتیاج نہیں ہے کہ اسے رزق فراہم کرے کیونکہ وہ محتاج نہیں ہے بلکہ اس نے تمام مخلوقات کی روزی کا اہتمام خود کیا ہے پس اسے لوگوں کی دولت سے ہرگز کوئی سروکار نہیں ہے اور اس نے شرعی حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں جو کچھ حکم دیا وہ خود انہیں کے مفاد میں نہیں ہے بلکہ اس میں خود انہی کا فائدہ مضمر پوشیدہ ہے ورنہ خداوند عالم بے نیاز و قادر مطلق ہے اور اگر لوگ اعمال بجا کے حامل ہیں تو اس کا فائدہ انہی لوگوں کو ہے اور اگر پوری کائنات خداوند عالم سے روگرداں ہو جائے تو بھی اس کی عظمت و بزرگی کے دامن پر گرد و غبار جمع ہونے والی نہیں ہے۔

درسِ چہل و ہفت

وابستہ ہای اجزای جملہ

ہمیں معلوم ہے کہ جملہ میں دو اصلی جز ہوتے ہیں! نہاد و گزارہ ممکن ہے ان دونوں میں ایک ایک کلمہ سے زائد کلمات نہ ہوں، مثلاً!

نہاد	گذارہ
فاعل	فعل
فریدون	آمد

اگر فعل متعدی ہے تو جملہ مکمل ہونے کے لئے ایک دیگر جز کی حاجت ہوگی، جس کو مفعول کہتے ہیں۔ مثلاً

نہاد	گذارہ		
فاعل	مفعول	حرف نشانہ	فعل
فریدون	کتاب	را	آورد

ان تینوں اجزاء کے ساتھ ممکن ہے" والبستہ" بھی لگا ہو۔ والبستۂ فاعل ومفعول اکثر صفت ہوتا ہے۔ مثلاً :

نہاد		گذارہ			
فاعل	والبستہ فاعل	مفعول	والبستہ مفعول	حرف نشانہ	فعل
فریدون	زیرک	کتاب	بزرگ	را	آورد

کبھی والبستۂ فاعل یا مفعول، متمم اسم یعنی مضاف الیہ ہوتا ہے۔ مثلاً :

نہاد		گذارہ			
فاعل	والبستۂ فاعل	مفعول	والبستۂ مفعول	حرف نشانہ	فعل
برادر	فریدون	کتاب	گلستان	را	آورد

والبستۂ فعل کبھی "قید" ہوتا ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جو کہ زمان یا مکان یا مقدار یا کیفیت فعل کو بیان کرتا ہے۔

نہاد			گذارہ			
فاعل	والبستہ فاعل		مفعول		والبستۂ فعل	فعل
	حرف نشانہ	اسم یا ضمیر	اسم یا ضمیر	حرف نشانہ	قید زمان	
برادر	فریدون		کتاب	را	زود	آورد

والبستۂ فعل کبھی "متمم" ہوتا ہے اور حرف اضافہ کے بعد آتا ہے :

نہاد	گذارہ				
فاعل	مفعول	والبستۂ فعل			فعل
	اسم یا ضمیر	حرف نشانہ	حرف اضافہ	متمم	
فریدون	گلستان	را	از	کتابخانہ	آورد

فاعل ومفعول وفعل ان تینوں میں ممکن ہے ہر ایک کے ساتھ چند" والبستہ" ہوں۔ والبستہ ہای فاعل :

نہاد			گذارہ		
فاعل	والبستہ فاعل	والبستہ فاعل	مفعول	حرف نشانہ	فعل
برادر	بزرگ	فریدون	کتاب	را	آورد

والبستہ ہای مفعول

نہاد	گذارہ				
فاعل	مفعول	والبستۂ مفعول	والبستہ مفعول	حرف نشانہ	فعل
فریدون	کتاب	زیبای	گلستان	را	آورد

والبستہ ہای فعل ممکن ہے چند "قید" و چند "متمم" ہوں !

نہاد	گذارہ						
	والبستۂ فعل	والبستۂ فعل		والبستۂ فعل	والبستۂ فعل		
فاعل	قید	حرف اضافہ	متمم	قید	حرف اضافہ	متمم	فعل
فریدون	عصر	از	دبیرستان	زود	بہ	خانہ	آمد

سرزمین ایران

نویں قسط

گذشتہ سے پیوستہ

کاشان و شهرهای گلپایگان، نائین، نجف آباد ونطنز

Ventilation Shaft (Kashan)

یہ قصبہ قم نامی قصبے کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کی آب وہوا گرم وخشک ہے اور ایران کے انتہائی قدیم قصبات میں سے ایک ہے۔ اس منطقے میں زمین کاوی کے بعد جو تاریخی آثار دریافت ہوئے ہیں ان کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اس قصبے کی تاریخ عہد ماضی میں ساڑھے چھ ہزار سال تک پہنچتی ہے۔ مگر کچھ مورخین اس رائے کے حامی ہیں کہ یہ قصبہ اوائل عہد اسلامی میں آباد کیا گیا تھا۔

انگریز مستشرق و ایران شناس ڈاکٹر لوکہارٹ لکھتا ہے کہ: اس میں شک نہیں کہ شاہان صفویہ کا پایتخت اصفہان تھا مگر اس خاندان کے بعض بادشاہوں

rekhta

نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اس قصبے میں ہی گذارا ہے۔

سلجوقی سلاطین (۳۲۱ھ تا ۶۸۲ھ) کے عہد میں کاشان بارونق شہر تھا۔

قرہ قیونلو (۸۰۰ھ تا ۹۰۳ھ) حکمرانوں کے عہد حکومت میں اس شہر کو کافی عروج حاصل ہوا۔

غزنوی سلاطین، منگول، ترک اور ترکمان قبائل کے پے در پے حملات کے باعث یہ شہر کئی مرتبہ تباہی و بربادی سے دو چار ہوا۔ لیکن ساتویں صدی کے آخر میں جب ہلاکو کا جانشین برسر اقتدار آیا تو اس نے اس شہر کی آبادکاری کے لئے اقدامات کئے۔

صفوی عہد حکومت میں کاشان نے بہت زیادہ ترقی کی، چنانچہ بہت سے عالم و دانشمند اس شہر میں آکر آباد ہو گئے۔

کریم خاں زند کے عہد حکومت میں یہاں سخت زلزلہ آیا۔ جس میں تقریباً بیس ہزار افراد ہلاک ہوئے کریم خاں زند نے جب اس شہر کو ویران و تباہ حال پایا تو وہ اس شہر میں بعض عمارات کی مرمت اور از سر نو تعمیر کے لئے معماروں کی جماعت لے کر یہاں آیا۔ اس کے بعد قاجاری بادشاہوں کے اوائل عہد تک یہ شہر تخریب کاری اور خانہ جنگی کا شکار رہا۔ جس کے باعث اس شہر کی رونق و آبادی کو کافی نقصان پہنچا۔ لیکن اس قصبے نے آج پھر اپنی گذشتہ رونق و آبادی کو حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ عہد حاضر میں یہاں کی زندگی میں بہت زیادہ چہل پہل پائی جاتی ہے۔

تاریخی مقامات:

کاشان میں جتنے بھی تاریخی مقامات ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر صفوی (۹۰۵ھ تا ۱۱۳۹ھ) اور قاجاری (۱۱۹۰ھ تا ۱۳۴۳ھ) ادوار سے متعلق ہیں۔ مگر ان میں چند ایسے بھی ہیں جو ان حکمران خاندانوں کے ادوار سے

قبل عالم وجود میں آئے تھے۔ ان میں باغ فین، حمام کاشان (یہی وہ جگہ ہے جہاں قاجاری بادشاہوں کے مشہور و معروف وزیر امیر کبیر کو قتل کیا گیا تھا) بروجردیوں کا مسکن آقا بزرگ کی مسجد، مدرسہ امام خمینیؒ (سابقہ مدرسہ سلطانی)، روضۂ حبیب بن موسیٰ اور آستانہ امام زادہ سلطان علی محمد بن باقر قابل ذکر ہیں۔

کاشان کی بیشتر زمین زرخیز و قابل کاشت ہے۔ یہاں کپاس، شیریں چقندر، سبزیجات، ربیع کی فصلوں اور مختلف اناجوں کی کاشت بہت عمدہ ہوتی ہے۔ کوہستانی علاقوں کے گرد و نواح میں مختلف میوے اور ان میں بھی انار، خوبانی اور سیب خاص طور پر بہت عمدہ ہوتے ہیں۔ قمصر نامی جگہ اور دیگر کوہستانی دیہاتوں میں گلاب کی کاشت خوب کی جاتی ہے اور اسے عطر اور عرق گلاب بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایران میں قمصر کاشان کا عطر اور عرق گلاب بہت مشہور ہیں۔

کاشان کی دستکاری :

کاشان کی اہم ترین صنعت قالی بافی ہے۔ یہاں ایسے اونی، ریشمی اور پشمین قالین جو سالہا سال تک قابل استعمال رہتے ہیں اور اپنی جنس و نوع کے اعتبار سے بے نظیر ہوتے ہیں، بکثرت تیار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کا شمار اس ملک کی برآمد اشیاء میں ہوتا ہے۔ قالی بافی کی صنعت کے علاوہ روئی

مسجد آقا بزرگ کاشان

کاتنے، کپڑا بننے، بلور سازی، پلاسٹک کا سامان اور مشینوں کے ذریعہ قالین تیار کرنے کے کارخانے بھی ہیں۔

کاشان سے متصل شاہراہیں

کاشان میں آمد و رفت کے وسائل ریل اور بسیں ہیں۔ چنانچہ کاشان سے جو ریل گذرتی ہے وہ یزد اور کرمان سے ہوتی ہوئی خلیج فارس کے ساحل تک پہنچتی ہے۔

کاشان کو شمال میں قم اور تہران سے پختہ سڑکوں سے متصل کر رکھا ہے اور جنوب میں اس کا ربط و تعلق پختہ سڑکوں کے ذریعے ہی یزد، کرمان اور بندر عباس ہے۔

گلپایگان :

گلپایگان کا شمار بھی صوبہ اصفہان کے قصبات میں ہوتا ہے۔ یہ تہران سے ۳۹۰ کلومیٹر دور واقع ہے۔ اس قصبے کو اطراف کے پہاڑ جو نسبتاً کافی بلند ہیں محصور کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کے شمال میں کوہ الوند کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ مشرق میں بھی مختلف پہاڑی سلسلے ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں میں سب سے اونچی چوٹی "قلۂ صالح" پیغمبرؑ کے نام سے مشہور ہے (یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے جو مرجع خلائق ہے) اس قصبے کی آب و ہوا تغیر پذیر ہے۔ چنانچہ موسم سرما میں یہاں شدید سردی ہوتی ہے اور درجۂ حرارت صفر سے ۳۱ درجہ نیچے تک چلا جاتا ہے۔ موسم سرما میں یہاں موسم گرم و خشک رہتا ہے اور درجۂ حرارت ۳۵ درجہ تک اوپر پہنچ جاتا ہے۔

ایران میں اسلامی عہد کی آمد کے بعد گلپایگان کا شمار ایران کے اہم اور بارونق شہروں میں ہوتا تھا۔ سلجوقی (سنہ ۴۳۱ھ تا سنہ ۶۹۲ھ) اور خوارزم شاہی (سنہ ۴۹۰ھ تا سنہ ۶۲۸ھ) سلاطین کے عہد میں بھی یہ ایک بارونق شہر تھا مگر چنگیز خان کے حملے کے بعد اس کی اہمیت اور آب و تاب سکوت پذیر ہو گئی۔ لیکن جب اصفہان کو پایتخت قرار دیا گیا تو اس شہر نے اپنی دیرینہ عظمت و شان

حاصل کر لی۔ چنانچہ صفوی خاندان کے (امیر) اللہ وردی خان کے لڑکے امام قلی خاں کے حکم سے متعدد مساجد تعمیر کی گئیں اور بہت سے بازار بنائے گئے۔ اس کے حکم سے یہاں ستّرہ پیروں کے مزارات پر جو ہفدہ تن کے نام سے مشہور ہیں گنبد بنوایا گیا اور اس کے عہد میں ہی مسلک تشیع کو فروغ حاصل ہوا۔

مذہبی مقامات:

۱۔ گلپایگان کی مسجد جامع پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی یادگار ہے۔ یہ مسجد سلجوقی خاندان کے حکمران ملک شاہ کے حکم سے تعمیر کرادی گئی تھی۔ اس مسجد پر جو کتبہ نصب ہے وہ خط کوفی میں کندہ کیا گیا تھا۔

۲۔ ستّرہ پیروں کا مقبرہ: یہ عمارت صفوی عہد کی یادگار ہے۔ مقامی لوگ یہاں انتہائی عقیدت سے آتے ہیں۔

۳۔ مقبرۂ سیّد السادات: یہاں حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کے فرزندوں کی قبریں ہیں۔ یہ عمارت قاجاری عہد میں تعمیر کی گئی تھی۔

۴۔ منار: کہا جاتا ہے کہ یہ منار سلجوقی عہد حکومت میں تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ۱۸ کلومیٹر اونچا ہے اور اس میں ۹۴ سیڑھیاں ہیں۔

یہاں کی دستکاری میں قالی بافی، منبّت کاری، گلیم بافی (دریوں کی بنائی) اور گیوہ دوزی (دیسی جوتیوں کی بنائی) جیسی صنعتیں شامل ہیں۔ یہاں کے نقشین کام کی دور دور تک شہرت ہے۔

مقامی صنعتوں میں کپاس، مشین سازی، اینٹوں کا چوگا، نقشین خشت سازی (MOSAIC) سنگتراشی اور چونا تیار کرنے کے کارخانے قابل ذکر ہیں

نائین:

یہ قصبہ مرکزی صحرائے نمکزار اور شہرستان اصفہان کے مشرق میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً ۳۵ ہزار کلومیٹر مربع ہے۔

اس قصبہ کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہاں کی دلدلی زمین میں ایک خاص قسم کا سرکنڈا پیدا ہوتا ہے جسے نی (نے) کہتے ہیں۔ لیکن تاریخ ناصری کے مؤلف کا قول ہے کہ حضرت نوحؑ کے لڑکوں میں ایک کا نام "نائنؑ" تھا اور چونکہ وہ اس شہر کا بانی تھا اسی لئے یہ مقام اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

قصبہ نائین اپنی دو تحصیلوں کی وجہ سے خاص

طور پر مشہور ہے۔ ان میں سے ایک ہے انارک اور دوسری خور و بیابانک۔ یہاں گیہوں، جوار، روئی، دالوں، نیل کے بیجوں اور کھجوروں کی فصل عمدہ ہوتی ہے۔

نجف آباد:

یہ قصبہ اصفہان کے مغرب میں اس شہر سے ۲۷ کلو میٹر دور اس شاہراہ پر واقع ہے جو اصفہان کو خوزستان سے متصل کرتی ہے۔

یہاں گیہوں، جو، پیاز، بادام، انگور اور دیگر پھلوں کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔ یہاں کے لوگ عام طور پر بھیڑ، بکریاں اور گائیں پالتے ہیں۔

یہاں کی دیہی دستکاریوں میں قالین بافی کی صنعت کافی مشہور ہے۔ اور اسی وجہ سے یہاں کے قالین قابل برآمد سمجھے جاتے ہیں۔

نطنز:

یہ قصبہ شمال اصفہان میں کوہ کرکس کے مشرقی دامن پر واقع ہے۔ یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے۔ آب و ہوا معتدل رہتی ہے۔ ضلع نطنز کا صدر مقام بھی یہی قصبہ (نطنز) ہے۔

یہاں کے مقدس و تاریخی مقامات میں مسجد جامع، روضہ شیخ عبد الصمد نطنزی اور باب خانقاہ قابل ذکر عمارات، باب خانقاہ، مسجد جامع سے متصل عمارت ہے اور ہشت پہلو بنائی گئی ہے۔ یہاں کی زیارتگاہوں میں امام آقا علی عباس کا روضہ قابل ذکر ہے۔ یہ نطنز سے ۳۵ کلو میٹر دور واقع ہے۔ اسی مقام پر حضرت امام موسیٰ کے دو فرزندان کے مدفن بھی ہیں۔

بقیہ: ولادت حضرت علیؑ

ایسی منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ اس عظیم دنیا کو نگلنے کے بعد بھی خود کو ہمیشہ بھوکا محسوس کرتا ہے۔

وہی شیر خوار بچہ ایسے خونخوار و درندہ حیوان کی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن کچھ ہی دنوں بعد وہ عاجزی و ناتوانی میں دوبارہ گرفتار ہو جاتا ہے اور اس بار وہ پہلے سے ہزار گنا زیادہ عاجز و ناتواں دکھائی دیتا ہے یعنی اس کا گہوارۂ روز ولادت تنگ و تاریک قبر میں بدل جاتا ہے۔

اس وقت برے کردار، فاسد خیالات، تباہ کاریاں، خونریزیاں، قتل و غارتگری اور لوٹ کھسوٹ ایک خوفناک منظر کی حیثیت سے اس کی نگاہوں کے سامنے ہے اور یہ تمام چیزیں زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرہ کو دیکھتی ہیں۔

لیکن!

لیکن سب سے زیادہ جگر گداز چہرہ اس کے عزیز ہمسفر کا ہے جو شرمندگی و افسوس کی حالت میں فلک شگاف نعرہ بلند کرتا ہے۔

جی ہاں! یہ وہی دیرینہ و پسندیدہ ساتھی اور وہی روح عزیز ہے جس نے عالم مجردات کے افق سے نیچے آکر اس کی آغوش میں پناہ حاصل کی تھی اور اب وہ آلودہ و ننگین، بازو شکستہ و پر سوختہ اور رنجیدہ و غمناک حالت میں اس کے سرہانے موجود ہے اور اس پر لعنت و ملامت کی بوچھار کئے ہوئے ہے۔

"اے کاش میں نے تیری دوستی و محبت نہ اختیار کی ہوتی"

یہ وہ ترانہ ہے جس کو دانشمند اور پرہیزگار لوگ اپنی زندگی میں بھی بخوبی سنا کرتے ہیں۔ یہ وہی ترانہ ہے جس کو روح کی آواز کہتے ہیں۔ اس موقع پر امیر المومنینؑ کا لہجہ قدرے رقت آمیز اور آہستہ ہو گیا اور ان کی معرفت بھری نگاہوں سے آنسو چھلکنے لگے۔

"خداوندا، وہ لوگ کہاں چلے گئے؟ وہ جاہ طلبان عالمگیر، وہ خونریز ستمگران۔ وہ لوگ جو اپنے خیالی افکار اور مٹھی بھر زمین پر قبضہ کرنے کے لئے ہزاروں خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیتے تھے، آج کس چیز میں سرگرم ہیں؟

کیا ان لوگوں نے تخت و تاج سے زیادہ خوبصورت، حکومت و اقتدار سے زیادہ بہتر اور عیش و عشرت سے زیادہ لذیذ چیز حاصل کر لی ہے کہ اس سے خوش ہو کر اچانک اس دنیا سے چلے گئے؟!

نہیں، انہیں ایسی کوئی چیز نہیں حاصل ہوئی! انہیں تو فقط قبر اور کفن ہی ملا ہے۔ وہ مٹی تھے اور آخرکار سیاہ مٹی سے ہم آغوش ہو گئے۔"

بقیہ: چودہ؟

کا کیا نام تھا اور اس پر کس ملک کی عملداری تھی؟

۱۱۔ وہابیت کا بانی کون تھا؟ وہ کہاں کا رہنے والا تھا؟ کس ملک کی سازش کے تحت اس نے وہابی فرقہ پیدا کرنے کی فتنہ پردازی کی؟

۱۲۔ ایران کے کس صوبہ کو "نصف جہان" کہا جاتا ہے؟ اس کا رقبہ اور حدود اربعہ کیا ہیں؟

۱۳۔ سنہ ۱۳۷۰ھ ش کو سنہ ہجری قمری اور سنہ عیسوی میں تبدیل کیجئے۔

۱۴۔ ہندوستان کا تعلیمی کمیشن کیا ہے؟ اس کے چیرمین کا نام لکھئے۔

قسط ۱۰

تحریفِ قرآن کی حقیقت

از : رسول جعفریان

تحریف اور شیعہ روایات

گذشتہ سے پیوستہ

۴۔ سید مرتضیٰ علی بن الحسین موسوی علوی (متوفی ۴۳۶ھ) مسائل طرابلسیات کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"نقل قرآن کی صحت کا علم ویسے ہی ہے جیسے بڑے بڑے شہروں، مشہور کتابوں، اشعار عرب اور بڑے بڑے حادثات اور واقعات کا علم ہے ــــ نقل قرآن اور حفاظت قرآن کے دواعی بہت ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ ہیں ...... قرآن عہد پیغمبرؐ میں اسی طرح سے مدون اور جمع شدہ تھا جس طرح آج ہے یہاں تک کہ اس زمانہ میں صحابہ کی ایک جماعت کو اس کے حفظ کے لئے معین فرمایا اور حضرت پیغمبرؐ کے سامنے اسے پیش کرتے اور پیغمبرؐ کو اس کی تلاوت کرتے تھے صحابہ کی ایک جماعت جیسے عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ نے پیغمبرؐ کے سامنے قرآن کو کئی بار ختم کیا ــــ ذرا غور کرنے کے بعد ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن اس وقت جمع شدہ تھا ناقص اور غیر مرتب اور پریشان کی شکل میں نہ تھا ...... حشویہ اور امامیہ میں سے جن لوگوں نے اسکی مخالفت کی ہے ان کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی جائیگی ، تحریف قرآن کا قول اصحاب حدیث میں ایک جماعت کی طرف منسوب ہے جنہوں نے ضعیف حدیثیں نقل کرکے یہ خیال کیا ہے کہ وہ صحیح ہیں لیکن یہ اخبار ان یقینی اور غیر مشکوک باتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو ہمارے قول کی صحت کو بتاتی ہیں۔"[۱۵]

۵۔ شیخ طائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴٦۰ھ) فرماتے ہیں، قرآن مجید کی کمی اور زیادتی کی بات مناسب نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی کے بطلان پر تو اجماع ہے اور کمی کے متعلق بھی عام مسلمانوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمی نہیں ہوتی۔ اور شیعوں کا بھی صحیح مذہب یہی ہے جس کو سید مرتضیٰ نے تقویت دی ہے اور روایتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے ــ لیکن خاصہ اور عامہ دونوں نے بہت سی روایتیں قرآن میں بہت زیادہ کمی کے بارے میں مروی کی ہیں اور ایسی روایتیں بھی ہیں جو بتاتی ہیں کہ قرآن کی آیت اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھدی گئی ہے۔ لیکن یہ سب روایتیں اخبار آحاد ہیں جو مفید علم نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ انکی تاویل ممکن نہیں ہے اور اگر یہ روایتیں صحیح بھی ہوں تو موجودہ قرآن پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ موجودہ قرآن کی صحت معلوم ہے، کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا ہے اور نہ کسی نے اس کی صحت کو رد کیا ہے۔ اسی قرآن کی قرائت اور اسی سے تمسک پر دلالت کرنے والی روایتیں اس کے بے نقص ہونے کو تقویت پہنچاتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ جو روایتیں قرآن کے مطابق ہیں انہیں پر بھروسہ کیا جائیگا اور جو اس کے مخالف ہیں ان سے پرہیز کیا جائیگا۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی روایت بھی وارد ہوئی ہے جس سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے آپؐ نے فرمایا: "انی مخلف فیکم الثقلین ..... الخ" میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہوگے کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں قرآن اور میری عترت ہیں یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ایسی چیز سے تمسک کا حکم دینا درست نہیں ہے جس سے تمسک پر ہم قادر نہ ہوں جیسا کہ اہلبیت علیہم السلام اور وہ جن کے قول کی پیروی ضروری ہے ہر زمانہ میں موجود ہیں ، جب ہمارے درمیان اجتماعی طور پر صحیح قرآن موجود ہے تو ہم کو اس کی تفسیر اور اس کے معانی کے بیان میں مصروف رہنا چاہئے اور اس کے علاوہ ساری باتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینا چاہئے۔"[۱۶]

۶۔ ابو علی طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں، قرآن کی کمی اور زیادتی کے بارے میں گفتگو۔ قرآن میں زیادتی کا ہونا تو بالاجماع باطل ہے اور کمی کے بارے میں شیعوں میں سے کچھ افراد اور سنیوں میں سے حشویہ نے کچھ روایتیں بیان کی ہیں قرآن میں کچھ تغییر، تبدیلی اور کمی ہوئی ہے ــــ ہمارے علماء میں صحیح مذہب اس کے برخلاف ہے اور وہ وہی ہے جس کو سید مرتضیٰ نے تقویت دی ہے۔"[۱۷]

۷۔ سید ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ اپنی کتاب "سعد السعود" میں فرماتے ہیں: امامیہ عدم تحریف کے قائل ہیں، اس کے بعد اہل سنت کا جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

مجھکو تعجب ہے ان پر جنہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کی طرف سے محفوظ ہے اور پیغمبرؐ نے قرآن کو جمع کیا ہے۔ اور پھر اختلاف اہل مکہ و مدینہ اور اختلاف اہل کوفہ و بصرہ کو اس مقام پر ذکر کرکے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جزو سورہ نہیں ہے اور

ں سے زیادہ عجیب کی بات ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر یہ سورہ کا جزو ہوتا تو سورہ کے پہلے افتتاح کے طور پر اس کا ذکر ہوتا۔ بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب قرآن کمی اور زیادتی سے محفوظ ہے جیسا کہ عقل و شرع کا تقاضا بھی ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سورہ سے پہلے وہ چیز ہو جو سورہ نہیں ہے۔ یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟[۵]

۸۔ **ملا محسن فیض کاشانی** (متوفی ۱۰۹۱ھ) نے روایات تحریف قرآن کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

ان تمام روایتوں پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریف کو مان لینے کے بعد قرآن کے کسی حصہ پر اعتماد باقی نہیں رہ جائیگا اس لئے کہ پھر ہر آیت کے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ کہیں محرف اور بدلی ہوئی نہ ہو۔ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کے خلاف نہ ہو۔ اس طرح ہمارے لئے قرآن میں کوئی حجت باقی نہیں رہ جائے گی۔ لہٰذا قرآن اور اس کی پیروی کا اور اس سے تمسک کے بارے میں تاکید کا فائدہ باقی نہیں رہ جائیگا۔ اور جب قرآن میں خدا نے کہا ہے کہ — "انہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" یہ کتاب عزیز ہے اس میں باطل سامنے سے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔ یا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اس ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ہے۔ تو پھر تحریف اور تبدیلی کا گزر کیسے ہو سکتا ہے!! اس کے علاوہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام سے بہت سی حدیثیں اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں کہ خبر کو قرآن پر پیش کرو۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس صورت میں خبر کے صحیح ہونے کا اور مخالف ہونے کی صورت میں اس کے غلط ہونے کا علم ہو سکے — اگر وہ قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے، محرف ہوتا تو اس قرآن پر حدیث کو پیش کرنے کا فائدہ ہی کیا تھا اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تحریف والی روایتیں کتاب خدا کی مخالف ہیں بلکہ وہ کتاب خدا کو جھٹلاتی ہیں لہٰذا ان کو رد کرنا اور ان کے فاسد ہونے کا حکم لگانا یا ان کی تاویل کرنا ضروری ہے۔[۶]

محسن فیض اپنی دوسری کتابوں میں بھی عدم تحریف کو ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحب المیزان فرماتے ہیں:

"تحریف کی بعض روایتوں کو نقل کرنے کے بعد یہ فیض کا صریحی قول ہے اور آپ نے دیکھا کہ فیض ایسی روایتوں کو مخالف کتاب قرار دیتے ہیں اور ایسی صورت میں ان روایتوں کے بطلان کو ضروری سمجھتے ہیں — لیکن بعض منحرف افراد جو زمین پر فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں وہ ملا فیض کی طرف فقط اس وجہ سے تحریف کی نسبت دیتے ہیں کہ انہوں نے بعض روایتوں کو نقل کیا ہے مگر — ان کے فیصلے کا ذکر نہیں کرتے تاکہ لوگوں کا ذہن امامیہ فرقہ کے بارے میں تشویش میں مبتلا رہے ایسے افراد اپنی تالیفات میں اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ ملا فیض تحریف کے قائل ہیں یہ کھلی ہوئی گمراہی پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔[۷]

۹۔ **محمد بہاء الدین عاملی معروف بہ شیخ بہائی** (متوفی ۱۰۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم تحریف سے محفوظ ہے چاہے وہ زیادتی کے اعتبار سے تحریف ہو یا کمی کے اعتبار سے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت — "انا لہ لحافظون" — دلالت کرتی ہے اور لوگوں کے درمیان یہ جو مشہور ہے کہ بعض جگہوں سے امیر المومنین کا نام ساقط کر دیا گیا ہے جیسے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی" وغیرہ تو یہ علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔[۸]

۱۰۔ **شیخ محمد ابن الحسن الحر العاملی** صاحب کتاب "وسائل الشیعہ" (متوفی ۱۱۰۴ھ) اپنے اس رسالہ میں جو عدم تحریف کے سلسلہ میں انہوں نے فارسی میں لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"جس کو تاریخ اخبار اور آثار کا علم ہے وہ یقینی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ قرآن تواتر اور ہزاروں اصحاب کے نقل کرنے کی بنا پر ثابت ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ قرآن عہد رسالتمآب ہی میں جمع ہو گیا تھا۔

حر عاملی جو علماء و محدثین شیعہ میں ایک بڑے عالم گزرے ہیں۔ ان کا یہ بہت ہی واضح قول تھا جو نقل کیا گیا۔ یہ قول اس رسالہ میں موجود ہے جو انہوں نے عدم نقص قرآن کے موضوع پر لکھا ہے۔ لیکن بعض جھوٹے افراد ان کی طرف بھی یہ نسبت دے رہے ہیں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل تھے۔[۹]

۱۱۔ **عالم محقق زین الدین بیاضی** صاحب کتاب "الصراط المستقیم" "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہم تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔[۱۰]

۱۲۔ **قاضی سید نور اللہ شوشتری** فرماتے ہیں: شیعوں کی طرف جو یہ نسبت دی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تبدیلی کے قائل ہیں تو یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں ہے یہ تو بس ایک چھوٹے سے گروہ کا قول ہے۔ جن کی طرف التفات نہیں کیا جاتا۔[۱۱]

۱۳۔ **مقدس بغدادی** نے اپنی کتاب "شرح وافیہ" میں قرآن میں کمی نہ ہونے پر اجماع علماء شیعہ نقل فرمایا ہے۔[۱۲]

۱۴۔ **فاضل جواد** علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قرآن بطور متواتر نقل ہوا ہے۔ اور جو بطور آحاد نقل ہوا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔ ہم نے متواتر اس لئے کہا ہے کہ اس کے دواعی بہت ہیں۔ اور جو ایسا ہو عادۃً وہ متواتر ہوا ہے۔[۱۳]

۱۵۔ **کاشف الغطاء** نے اپنی کتاب "کشف الغطاء عن مبھمات الشریعۃ الغراء" میں شیعوں کی طرف دیئے جانے والے تحریف کے قول کی نفی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آٹھویں بحث میں فرمایا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن خدا کی حفاظت کے ذریعہ محفوظ ہے جیسا کہ صریح قرآن اور ہر زمانہ میں علماء کا اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر شاذ و نادر کوئی قول ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اور وہ روایتیں جو قرآن میں کمی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، تو یہ بدیہی ہے کہ ان روایتوں کے ظاہر پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

کاشف الغطاء نے اپنی کتاب "حق المبین" میں فرمایا ہے:

علماء اخباریین سے عجیب و غریب اقوال صادر ہوتے ہیں انہیں میں سے ایک قول قرآن میں کمی کا بھی ہے۔ یہ قول ان روایتوں پر مبنی ہے جن کی تاویل ضروری ہے، یا پھر انہیں رد کر دینا لازم ہے۔ بعض روایتوں میں تہائی یا چوتھائی قرآن کی کمی کا ذکر ہے ان میں یہ بھی ہے

کر سورۂ توبہ سے منافقین کے چالیس نام کم ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پیغمبر نے جو پیش کیا اور مسلمانوں کے سامنے پڑھا اور مسلمانوں نے جو لکھا اس پر منافقین طعن و تشنیع کرتے ...... اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ چونکہ قرآن تواتر سے نقل ہوا، چلا آیا ہے اس لئے سب بھی طرح جانتے ہیں مسلمانوں نے قرآن کی آیات اس کے حروف اور کلمات کو مکمل طور پر لکھا ہے لہٰذا اس قسم کی بات کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہوتا (یعنی کچھ کمی ہو گئی ہوتی) تو کفار اور اسلام کے دشمنوں کے درمیان اس کو اسلام اور مسلمانوں کے ایک بڑے عیب کے عنوان سے شہرت مل جاتی۔

۱۶۔ محمد جواد بلاغی نے اپنی تفسیر "آلاء الرحمٰن" میں امامیہ کی طرف دی جانے والی تحریف کی نسبت کا انکار کیا ہے۔

۱۷۔ سید مہدی طباطبائی المعروف بہ بحر العلوم نے اپنی کتاب "فوائد الاصول" کے اس حصہ میں جہاں انہوں نے کتاب خدا کی حجیت سے بحث کی ہے عدم تحریف کے قول کو اختیار فرمایا ہے۔

۱۸۔ آیت اللہ کوہ کمری نے بھی عدم تحریف کا قول اختیار کیا ہے جیسا کہ ان کے شاگرد نے اپنی کتاب "بشریٰ الاصول" میں نقل فرمایا ہے:

۱۹۔ سید محسن امین عاملی نے اپنی کتاب "اعیان الشیعہ" میں جس میں انہوں نے علماء و اکابر شیعہ کے حالات بیان کئے ہیں ــــ عدم تحریف کا قول ــــ اختیار کیا ہے اور جس نے تحریف کی نسبت شیعوں کی طرف دی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ جھوٹ اور افترا پردازی ہے اس میں ابن حزم کی پیروی کی گئی ہے ...... شیعوں کے بڑے بڑے علماء اور محدثین نے اس کے خلاف فرمایا ہے ــــ دوسری جگہ آپ بیان فرماتے ہیں: ــــ علماء قدیم ہوں یا علماء جدید شیعوں میں سے کسی عالم نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن میں تھوڑی یا بہت زیادتی ہوگئی ہے بلکہ سارے علماء زیادتی نہ ہونے پر متفق ہیں اور جن کے قول پر توجہ دی جا سکتی ہے وہ متفق ہیں کہ قرآن میں کمی بھی نہیں ہوئی ...... اور ان علماء کی طرف جو اس کے خلاف بات منسوب کرے وہ جھوٹا اور اللہ و رسول کی شان میں گستاخی نیز افترا پردازی کرنے والا ہے۔

۲۰۔ ملا فتح اللہ کاشانی ــــ صاحب تفسیر منہج الصادقین

۲۱۔ میرزا حسن آشتیانی نے اپنی کتاب "بحر الفوائد" میں عدم تحریف قرآن کا قول اختیار کیا ہے۔

۲۲۔ شیخ بہائی ــ "تفسیر المعالی" ۲۳۔ شیخ محمد نہاوندی۔ تفسیر "نفحات الرحمٰن"

۲۴۔ سید علی نقی ہندی۔ مقدمہ تفسیر قرآن میں۔ ۲۵۔ سید محمد مہدی شیرازی

۲۶۔ آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی۔

۲۷۔ سید عبد الحسین شرف الدین عاملی نے موسیٰ جار اللہ کے سوالات کے جواب میں "اجوبۃ مسائل جار اللہ" میں لکھا ہے:

"قرآن حکیم میں باطل کہیں سے نہیں داخل ہو سکتا، جو کچھ لوگوں کے درمیان دو دفتیوں میں ہے وہی قرآن ہے اس میں نہ تو ایک حرف کی زیادتی ہوئی ہے اور نہ کمی اور نہ اس میں ایک کلمہ یا ایک حرف کی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس کا ہر حرف قرآن ہے، اور زمانہ پیغمبر سے لیکر اب تک ہر زمانہ میں یقینی طور پر متواتر ہے قرآن جس طرح آج موجود ہے اسی طرح پیغمبر کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا اور جناب جبرئیل علیہ السلام ہر سال پیغمبر کے سامنے ایک بار قرآن پیش کرتے تھے جس سال آنحضرت کی وفات ہوئی اس سال جبرئیل نے دو بار قرآن پیش کیا اور اصحاب بھی بار بار پیغمبر کے سامنے قرآن پیش کرتے نیز اسکی تلاوت کرتے تھے۔ یہ ساری باتیں محققین علماء امامیہ کے نزدیک بدیہی و ضروری ہیں۔

۲۸۔ آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی۔

۲۹۔ امام خمینی ــ اپنی کتاب کشف الاسرار میں۔

۳۰۔ علامہ ہبۃ الدین شہرستانی فرماتے ہیں: "مشہور یہی ہے اور یہی جمہور کا خیال بھی ہے کہ جو قرآن اللہ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوا وہ وہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان آج موجود ہے۔ کچھ حشویہ اور صوفی محدثین ان بعض ضعیف حدیثوں کی بنا پر دھوکہ میں آگئے جنہیں صدر اسلام میں مختلف فرقوں کے لیڈروں نے وضع کر لیا تھا، ان کی بنا پر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی کا گمان کر بیٹھے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ہمارے دوسرے محققین کی طرح اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن ہر طرح کی کمی اور زیادتی سے محفوظ ہے۔"

۳۱۔ آیت اللہ منتظری جنہوں نے اتحاد بین المسلمین کی آواز بلند کی ہے، فرماتے ہیں کہ "کبھی بھی شیعوں کا تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں رہا ہے۔ انکی طرف تحریف کے قول کی نسبت دینا صرف تہمت ہے۔"

عدم تحریف قرآن کے سلسلہ میں علماء شیعہ کے اور بھی بیانات پائے جاتے ہیں جسے ہم نے اس جگہ نقل نہیں کیا۔ شائقین حضرات شیعہ اصول فقہ کی کتاب میں بحث حجیت کتاب اور کتاب کشف الارتیاب فی رد فصل الخطاب ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جن علماء کا ہم نے آخر میں ذکر کیا ہے، عدم تحریف قرآن کے سلسلے میں انکی کتابیں بھی موجود ہیں جنکا ذکر مرزا مہدی بروجردی (صاحب کتاب "برہان روشن") نے کیا ہے۔ جن علماء کا نام ہم نے اوپر پیش کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے افاضل کا نام بھی تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو ان کی کتاب "کتابیات و در سالات حول اثبات عدم التحریف":

(۱) رسالہ شیخ حر عاملی، جسے صاحب کتاب لؤلؤۃ البحرین نے نقل کیا ہے۔

(۲) رسالہ شیخ عبد العالی کرکی، اس رسالہ میں قرآن میں کمی کی نفی کی گئی ہے۔

(۳) رسالہ شیخ آقا بزرگ تہرانی، جس کا نام "النقد اللطیف فی نفی التحریف" ہے۔

(۴) "البیان فی تفسیر القرآن" تحریف قرآن کے سلسلہ میں آیت اللہ خوئی کی تحقیق۔

(۵) "المیزان فی تفسیر القرآن" میں آیۂ "انا نحن نزلنا الذکر..." کے ذیل میں علامہ محمد حسین طباطبائی کی تحقیق۔

(۶) رسالہ علامہ عبد الحسین رشتی حائری جس کا نام "کشف الاشتباہ" ہے جو موسیٰ جار اللہ کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(۷) شیخ عبد الرحیم تبریزی کی کتاب "آلاء الرحیم" جو تحریف کے رد میں لکھی گئی ہے۔

(۸) سید محمد حسین شہرستانی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "رسالہ فی حفظ الکتاب الشریف عن شبہۃ القول بالتحریف" ہے۔

(۹) استاد "فاضل" کی کتاب "المدخل فی التفسیر" میں ایک رسالہ موجود ہے۔ یہ کتاب چند سال پہلے قم سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) مؤلف "فصل الخطاب" کے زمانہ ہی میں شیخ محمود معرب تہرانی کا رسالہ "رد فصل الخطاب" لکھا جا چکا ہے۔

اب بحث کے آخر میں ہم شیعوں کے معتقد تحریف نہ ہونے کے سلسلہ میں ایک سنی عالم رحمت اللہ ہندی کا قول نقل کر رہے ہیں جسے آپ نے اپنی کتاب "اظہار الحق" میں بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:

قرآن مجید جمہور علماء شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک تغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہے۔ شیعوں میں جو قرآن میں کمی کی بات کہتا ہے اس کی بات علماء امامیہ کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔

(باقی صفحہ پر)

مبلغ اسلام علامہ کامونپوری

حیات و خدمات

علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن کامونپوری

اتحاد بین المسلمین جیسے عظیم الٰہی مشن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ایسے مایۂ ناز علمائے اسلام کا ذکر نامناسب و بے محل نہ ہوگا جنھوں نے اس راہ میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور مصائب و آلام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس عظیم مقصد کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ ایسے علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے مایۂ ناز عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن کامونپوری کی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس مرد مجاہد نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔

علامہ کامونپوری کے نام سے موسوم اس عالم دین و مجاہد اسلام نے دین مبین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں وہ کارنامہ انجام دیا ہے جس کو نظر انداز کیا ہی نہیں جاسکتا۔ یقیناً وہ ایک مشہور ترین فلسفی، محقق و متفکر اور مورخ اسلام تھے اور انھوں نے اپنی خدمات سے عراق و ایران اور لبنان و شام کے علماء کو غیر معمولی طور پر متاثر کر رکھا ہے۔

علامہ کامونپوری نے سنہ ۱۹۱۲ء میں صوبۂ اتر پردیش کے کامونپور نامی قصبے کے ایک مذہبی گھرانہ میں ولادت پائی۔ ان کا سلسلۂ نسب ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظمؑ تک پہنچتا ہے۔ ان کے جد بزرگ قدوۃ العارفین حضرت تاج الدین موسوی مشہد مقدس سے ہندستان تشریف لائے اور صوبۂ اتر پردیش کے اس علاقے میں مقیم ہو گئے۔ کامونپور کے قریب واقع قصبہ تاجپور انھیں بزرگوار کے نام سے موسوم ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں علامہ کامونپوری کو اسلامی علوم و معارف سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور علمی مباحثات و انفرادات میں ہمیشہ بڑی سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں انھوں نے اسلامی علوم و معارف کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں انھوں نے ہندستانی مذہبی درسگاہوں کی آخری سند "صدر الافاضل" حاصل کر لی اور صوبۂ بہار کے کھجوہ نامی قصبے میں واقع مذہبی درسگاہ میں مدرس کی ذمہ داری سنبھال لی۔

کچھ ہی دنوں میں انھوں نے مسلمانوں کے نامور علماء و ادباء کے درمیان ایک نمایاں حیثیت حاصل کر لی اور دھیرے دھیرے ان کی علمی شہرت ہر جگہ پھیل گئی تھی لیکن ابھی انہیں علم کی تشنگی باقی تھی اسی وجہ سے سنہ ۱۹۳۵ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مشہور زمانہ مذہبی درسگاہ "جامعۃ الازہر" میں داخلہ حاصل کرنے کے لئے وہ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

> علامہ کامونپوری اپنی طالب علمی کے زمانے ہی سے سنی و شیعہ بھائیوں کے درمیان موجود اختلافات کی اس وسیع خلیج کو پاٹنے کی کوشش میں مصروف رہا کرتے تھے اور در حقیقت مسلمانوں کے درمیان پیدا کی گئی نفرت و عداوت کو دور کرنے کے لئے ہی انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے "الازہر" یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔

افسوس کہ برطانوی سامراج کی "تفرقہ ڈالو حکومت کرو" نامی سیاست کے نتیجے میں سارے ہندستان میں برادران اہلسنت و شیعہ کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے اور یہ اختلافات روز بروز بڑھتے چلے گئے۔ علامہ کامونپوری اپنی طالب علمی کے زمانے ہی سے سنی و شیعہ بھائیوں کے درمیان موجود اختلافات کی اس وسیع خلیج کو پاٹنے کی کوشش میں مصروف رہا کرتے تھے اور در حقیقت مسلمانوں کے درمیان پیدا کی گئی نفرت و عداوت کو دور کرنے کے لئے ہی انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے "الازہر" یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔ ایک شیعہ عالم دین کا یہ

سفرِ مصر ایک طرح کا انقلاب شمار کیا گیا کیونکہ وہ "الازھر" یونیورسٹی میں پہلے شیعہ طالب علم تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ علامہ کامونپوری کی دلی خواہش تھی کہ شیعہ علمار اہلسنت کے علمی مرکز سے استفادہ کریں اور سنی علمار حوزۂ علمیہ نجف اشرف و قم کی طرف رجوع کریں تاکہ دونوں جماعتوں کے درمیان موجود تفرقہ و اختلاف کا خاتمہ ہوسکے اور دونوں جماعتیں باہمی اتفاق و اتحاد کے سایہ میں حقیقی اسلامی عقائد و افکار کی طرف متوجہ ہوکر ایک متحدہ محاذ کی تشکیل کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

علامہ کامونپوری نے ١٩ر فروری ١٩٣٥ء کو اپنے سفر کا آغاز کیا اور کربلا و نجف اشرف، کوفہ و کاظمین اور سامرہ و بیت المقدس میں عتبات عالیہ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے ٢٩ر اپریل ١٩٣٥ء کو وہ قاہرہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی انھوں نے براہِ راست "الازھر" یونیورسٹی سے رابطہ قائم کیا۔ اس وقت تک وہ پہلے ایشیائی اور غیر مصری عالم دین تھے جنہیں داخلہ کا امتحان پاس کئے بغیر ہی اس یونیورسٹی میں داخلہ حاصل ہوگیا اور انھوں نے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لئے اپنا تحقیقی کام شروع کردیا۔ کچھ دنوں بعد انھوں نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ (ع) اور ام المومنین حضرت ام سلمہ (ع) پر اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جس پر یونیورسٹی نے انھیں ڈاکٹریٹ کی سند عطا کی واضح رہے کہ ان کا یہ تحقیقی مقالہ آج بھی عالم اسلام میں ایک بیش قیمت تحقیقی سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

تفرقہ و اختلاف کے اس ماحول میں اکثر افراد یہ سوال کیا کرتے تھے کہ نامور شیعہ عالم ہوتے ہوئے بھی علامہ کامونپوری نے اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے "الازھر" یونیورسٹی کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ لیکن تھوڑے دنوں بعد ان لوگوں کو علامہ کامونپوری کے

> علامہ کامونپوری کی دلی خواہش تھی کہ شیعہ علمار اہلسنت کے علمی مرکز سے استفادہ کریں اور سنی علمار حوزۂ علمیہ نجف اشرف و قم کی طرف رجوع کریں تاکہ دونوں جماعتوں کے درمیان موجود تفرقہ و اختلاف کا خاتمہ ہوسکے اور دونوں جماعتیں باہمی اتفاق و اتحاد کے سائے میں حقیقی اسلامی عقاید و افکار کی طرف متوجہ ہوکر ایک متحدہ محاذ کی تشکیل کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

اس سفر کی افادیت کا اندازہ ہوگیا۔ انھوں نے مصری رسالوں میں مختلف موضوعات پر گرانقدر مقالے تحریر کئے اور اسلام و مسلمین کی وہ خدمات انجام دیں جو اس سفر کے بغیر ممکن نہ تھیں۔

علامہ کامونپوری ایک طالب علم کی حیثیت سے مصر گئے تھے لہٰذا تحقیق و مطالعہ کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے شیعی افکار و عقائد اور ادب و ثقافت کی تبلیغ و اشاعت کے میدان میں ایسی نمایاں خدمات انجام دیں جس کی مثال نہیں ملتی۔ انھوں نے ریڈیو مصر سے مختلف شیعہ علمار کی حیات و خدمات پر مشتمل متعدد پروگرام بھی نشر کئے اور وقتاً فوقتاً شیعی ثقافت کا تعارف بھی پیش کیا جس کے نتیجے میں مصری عوام تشیع سے آشنا ہوگئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے مصری علمار کو شیعی کتب کے مطالعے کی طرف بھی راغب کیا اور بعد میں ان علمار نے شیعی افکار و عقائد پر مختلف معرکۃ الآرا مضامین بھی تحریر کئے۔

مصر میں اپنے قیام کے دوران انھوں نے "الاحرام، مجلۃ الاسلام، ھدی الاسلام، مجلۃ الشریعہ اور مجلۃ الازھر" نامی رسالوں میں اپنے گرانقدر مضامین شائع کئے جس کے نتیجے میں مصری عوام مذہب جعفری اور علوم و معارف اہلبیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس زمانے میں الازہر یونیورسٹی میں شیعہ مذہب کے خلاف نفرت اور اس کے سلسلے میں گوناگوں شبہات کا بول بالا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شیعہ عقائد کو بڑی حد تک توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا تھا لیکن علامہ کامونپوری کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں جعفری عقائد و ادب کا بغور مطالعہ کیا جانے لگا اور صحیفۂ کاملہ جیسی گرانقدر شیعی کتاب کی طرف خصوصی توجہ دی جانے لگی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام مرحوم شیخ محمود شلتوت اور حضرت آیت اللہ العظمیٰ بروجردی طاب ثراہ کے

باہمی تعاون سے مصر میں دار التقریب نامی ادارہ کی تشکیل عمل میں آئی تاکہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق قائم ہو سکے اور اس کے بعد ۱۳۷۸ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے یوم ولادت کے موقع پر شیخ محمود شلتوت نے اپنا تاریخی فتویٰ صادر کیا کہ چار اسلامی مکاتیب فکر کی طرح پانچویں مکتب فکر کی حیثیت سے مکتب امامی جعفری کی پیروی بھی جائز ہے۔

مصر میں اپنے قیام کے دوران علامہ کامونپوری نے علامہ شیخ طنطاوی جوہری، شیخ فرید وجدی، ڈاکٹر حسن ابراہیم، علامہ شیخ مراغی، امین المصری، ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور حسن خلیط وغیرہ جیسے نامور علمار اسلام سے نہایت قریبی تعلقات قائم کر رکھے تھے چنانچہ مصری عالموں نے علامہ کامونپوری کی "دنیا قبل از اسلام" اور "پیام محمدی" جیسی گرانقدر کتابوں کا عربی ترجمہ بھی شائع کیا اور مصری رسالوں میں علامہ کی صلاحیتوں پر روشنی بھی ڈالی۔

علامہ کامونپوری نے متعدد بار ایران و عراق اور شام کا سفر بھی کیا اور اس زمانے کے نامور علمار سے ملاقات و گفتگو بھی کی۔ اس زمانہ میں ایران و عراق کے جید علمار مثلاً مرحوم حضرت آیت العظمیٰ سید شہاب الدین مرعشی نجفی طاب ثراہ ان سے بڑی محبت رکھتے تھے اور دونوں کے درمیان اکثر خط و کتابت بھی رہا کرتی تھی اور بعض عظیم الشان علمار نے انھیں اجتہاد کا درجہ عطا کر رکھا تھا۔

علامہ کامونپوری کو کتابوں سے غیر معمولی عشق تھا لہٰذا وہ اسلامی ممالک کے سفر کے دوران قیمتی کتابوں کی خریداری میں اچھا خاصہ وقت بسر کیا کرتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں چھ ہزار سے زیادہ کتابیں تھیں اور انھوں نے نلو ردر نگار مخطوطات و مسودات بھی جمع کر رکھے تھے

علامہ کامونپوری اپنے دور کے نامور ترین عالم دین و گرانقدر ادیب تھے۔ وہ اردو، عربی اور فارسی زبان میں شاعری کرتے تھے۔ اردو اور عربی زبان میں تقریباً ۲۵ کتابیں اور تقریباً ۲۰۰ تحقیقی مقالات علامہ کامونپوری کی علمی و ادبی خدمات کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے اور مختلف اسلامی موضوعات پر ان کے تقریباً ۵۰۰ تحقیقی مضامین اب تک شائع نہیں ہو سکے ہیں۔

علامہ کامونپوری نے اپنی عالمانہ زندگی کے دوران علوم اہلبیتؑ کے احیاء و فروغ کی بھرپور کوشش کی اور محبان اہلبیتؑ کو اس بات کی طرف مائل کیا کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے تجرباتی علوم سے بھی بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دین و ملت کی خدمات میں ہمہ تن معروف رہے اور نہایت خاموشی کے ساتھ ۱۸ جولائی ۱۹۸۳ء کو اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف چل بسے اور موصوف کی ابدی آرامگاہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے قبرستان میں ہے۔

خدا کرے انکی یاد تازہ اور انکی راہ و روش باقی رہے۔

پاکستان میں آقای گنجی کی شہادت پر تعزیت وتسلیت

مجلہ "راہ اسلام" کا شمارہ تدوین کے آخری مراحل میں تھا کہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔ لاہور۔ کے ڈائرکٹر جناب صادق گنجی کی خبر شہادت موصول ہوئی۔ شہید گنجی پاکستان میں خانہ فرہنگ کے فعال ڈائرکٹر تھے وہ لاہور کی فرہنگی شخصیات کی جانب سے منعقدہ ایک جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے تھے، وہاں استکبار وحشی صفت نوکر نے اُن پر گولی چلادی اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

ہم اپنے عزیز ساتھی کی شہادت پر حضرت امام زمانؑ اور رہبر عظیم الشان انقلاب اسلامی ایران حضرت آیت اللہ خامنہ ای نیز عوام المسلمین و دوستان فرہنگ بالخصوص شہید گنجی کے خاندان و پسماندگان کی خدمت میں تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہیں۔

خداوند عالم ان کی روح کو شاد رکھے اور ان کی راہ و روش کو برقرار رکھے۔ (ادارہ)

پیام شہید

علم و عمل اور تقویٰ عظیم تحریک کے پائدار ستون

وصیت نامۂ حجت الاسلام شہید حسن مظفر کی ایک جھلک

اے علمائے معظم، اے طلاب علوم دینی، اے شاگردان مکتب امام صادقؑ اور اے میہمانان ضیافت امام محمد باقرؑ! اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ علم بے عمل صاحب علم کے لئے بھاری بھرکم بوجھ اور وبال جان ہوا کرتا ہے اور بے عمل و معاشرہ سے الگ اور محروم و پسماندہ عوام کے رنج و غم سے غافل عالم دین سماج کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ کے علاوہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اس کا علم معاشرہ کے درد و مصائب کی دوا فراہم کرنے کے بجائے درد میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

اے اہل خانوادۂ عزیز، اے مادر بزرگوار و مہربان، اے خواہران مومنہ و محجبہ، اے برادران مجاہد و فداکار، اے رنج کشیدہ و صابرہ شریک حیات اور اے میرے جگر کے ٹکڑو! اگر آج آپ لوگوں نے راہ خدا میں اور دین حق کی نصرت کیلئے و حسینؑ مظلوم کی صدائے استغاثہ پر لبیک کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنے کسی عزیز کو محاذ جنگ پر بھیج دیا اور بارگاہ خداوندی میں ایک ناچیز ہدیہ پیش کرنے کا شرف حاصل کر لیا تو یقین رکھئے کہ خداوند عالم کے نزدیک آپ کا یہ ہدیہ فراموش نہ ہوگا بلکہ اپنے اس ناچیز ہدیہ کے ذریعہ آپ لوگوں نے اپنے لئے دنیا و آخرت کی سعادت فراہم کر لی۔

والدۂ گرامی! میں بے حد شرمندہ ہوں کہ محاذ جنگ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا لیکن آپ کی روحانی عظمت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس سراپا تقصیر کو ضرور معاف کر دیں گی۔ مادر عزیز! بارگاہ خداوندی میں آپ کے تقرب کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ التماس کرتا ہوں کہ میری مغفرت کے لئے دعا کیجیے!

والدۂ مہربان! مجھے یقین ہے کہ میری ناموجودگی میں خداوند عالم میرے معصوم بچوں کا نگہبان ہوگا لیکن بچوں کے حق میں پدری کی کمی کو پورا کرنے کے لئے آپ میرے بچوں بالخصوص دختر عزیز مرضیہ کا خاص خیال رکھئے گا تاکہ ان کے چہروں پر رنج و مصائب کے آثار نمایاں نہ ہونے پائیں۔

اے شریک حیات! مجھے معلوم ہے کہ آپ انقلاب کی راہ میں برسوں رنج و مصائب جھیل چکی ہیں اور ہمیشہ حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ رہی ہیں۔ مختصراً زدواجی زندگی کے دوران آپ نے میرے حق میں غیر معمولی اور گرانقدر ایثار و فداکاری کا مظاہرہ کیا ہے اور حضرت زینب (ع) کی پیروی کرتے ہوئے مصائب و مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اب آپ سے میری آخری خواہش یہ ہے کہ میری شہادت کے بعد میرے بچوں کی ایسی تربیت کیجئے گا کہ وہ مستقبل قریب میں پرچم اسلام کی سربلندی کا باعث ہوں میرے فوجی لباس کو محفوظ رکھئے گا اور جب میرا بیٹا محمد حسین بڑا ہوجائے تو اسے پہنا دیجئے گا۔ اور اس سے کہئے گا کہ تمہارے باپ نے حسینؑ کی راہ میں اپنی جان نچھاور کردی۔ پس تمہیں بھی حسینؑ کی راہ پر قدم بڑھاتے ہوئے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھنا ہے۔

●

اتحاد بین المسلمین

تلخ و شیریں نسخہ

از: سید حامد

ایک عرصہ سے اتحاد بین المسلمین عنقا ہے۔ اس کی بازیابی کے لئے اتنی ہی جدوجہد کرنا پڑے گی جس قدر عنقا کی کھوج کے لئے درکار ہوتی ہے۔ اسے راتوں رات حاصل کرلینا امر محال ہے۔ جو لوگ اس نیت اور اس امید کے ساتھ چلیں گے، مایوسی ان کے قدم چومے گی۔ دراصل فی زمانہ اگر نفاق، خانہ جنگی اور دشنام و اتہام کی گرم بازاری دیکھنا ہو تو مسلمانوں پر نظر ڈالئے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اقلیت میں ہونا خود مہمیز کا کام کرتا ہے۔ اقلیت متحد رہ کر ہی جانبر ہو سکتی ہے، پھل پھول سکتی ہے۔ جو نیوں میں دال بٹتی رہی تو اقلیت خود سفوف ہو کر ہوا میں اڑ جائے گی۔ لیکن مسلمان اقلیت میں ہو کر بھی اتحاد کے پرزے اڑانے سے کنارہ کش نہیں ہوتے۔ اس برصغیر کو ہی دیکھ لیجئے۔ پاکستان میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ کیا وہ اتحاد کے ساتھ رہتے ہیں؟ جی نہیں۔ شیعہ، سنی، سندھی، مہاجر، آپس میں لڑے مرتے ہیں اور اجتماعی خودکشی کی داستان کو نئے نئے عنوان فراہم کرتے ہیں۔ ہندستان کے اندر مسلمان اقلیت میں ہیں۔ شیعہ سنی غلط فہمیوں، اختلافات کے علاوہ، جو تناور اور فساد کی شکل بھی کبھی کبھی اختیار کر لیتے ہیں، نفاق کے لئے نت نئی راہیں کلمہ گویوں نے نکال لی ہیں۔ اہل سنت والجماعت میں بریلوی اور دیوبندی ایک دوسرے کے خلاف داد شجاعت دیتے رہتے ہیں، اس انداز سے گویا ان کا تعلق مختلف ادیان سے ہے۔ مسلمان ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں تو غیر مسلموں کو موقع مل جاتا ہے۔ وہ فرقہ وارانہ فساد کی ساری ذمہ داری ان پر ڈال دیتے

ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان فطرتاً جھگڑالو ہیں جب آپس میں لڑے مرتے ہیں تو ہمیں کیوں بخشنے لگے۔

ع خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں۔

بین الاقوامی سطح پر دیکھئے، عراق اور ایران کی لڑائی پر نظر ڈالئے، جس نے آٹھ سال کے طویل عرصے تک اہل اسلام کو خانہ جنگی، خودسوزی، بربادی اور تاراجی میں مبتلا رکھا، اور غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ نے اس کا واضح طرح سے فائدہ اٹھایا اور خواص و اقسام سے ہمارا استحصال کیا جس میں ایک ادنیٰ سی شے اسلحہ فروشی ہے، لیکن اس تباہی اور غارتگری کے بعد بھی ہم چین سے نہیں بیٹھے۔ گویا ابھی بربادی اور جنگ ہنسائی میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ عراق نے اپنی عسکری طاقت کے زعم میں کویت پر حملہ کردیا اور اسے ہڑپ کرلیا۔ اس کے بھیانک نتائج میں سے پہلا یہ ہے کہ عالم اسلام دو ٹکڑوں میں بٹ گیا، زیادہ کویت کے ساتھ، کم عراق کے ساتھ اور چشم فلک یہ بھی دیکھ رہی ہے کہ بیت سے اسلامی ممالک میں اس مسئلہ پر حکومتوں کا رخ ایک ہے، عوام کا دوسرا۔ دوسرا

بھیانک نتیجہ یہ نکلا کہ سعودی عرب کو اپنی اور بہت سا حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے امریکی عساکر کا دست نگر ہونا پڑا۔ عالم اسلام کے نفاق اور کمزوری کو کیا کہیے کہ اس میں حرمین کے تحفظ کی صلاحیت بھی نہیں ہے۔ ایمان کا ضعف، علم کی کمزوری اور اتحاد کے فقدان نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ امریکی فوجیں جو ہر جگہ جہاں وہ گئی ہیں آتشال اور اخلاقی فساد کا باعث بنی ہیں، اپنے شکنجہ سے سعودی عرب کو کب آزاد ہونے دیں گی؟

ان غریب مسلمانوں کی حالت اور ابتر ہے جن کا اپنا الگ کوئی ملک نہیں اور جو اسلامی ممالک میں ایک نسلی اقلیت کی حیثیت سے پُرخطر زندگی گزار رہے ہیں۔ کردوں کو لیجئے، نے جنہیں عراق تختۂ مشق بنایا۔ عراق نے تو ان پر کیمیاوی گیس تک کے استعمال سے گریز نہیں کیا۔ مذکورہ ملک کہہ سکتا ہے کہ یہ ہمارے ملک میں اپنی سرکشی اور آزادی طلبی کے کارن ہنگامہ اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں، لہٰذا ہمیں ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنی پڑتی ہے۔ اس مسئلہ کا صحیح اور غلط کیا ہے، ہم اس وقت اس بحث میں نہیں پڑیں گے۔ یہ بات اپنی جگہ پہ ہے کہ کرد اپنے موقف کو صحیح سمجھتے ہیں اور عراق اور ایران اپنے موقف کو، اور مسلمانوں کا نام نہاد اتحاد ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔

فلسطین کے مسئلہ کی نوعیت جداگانہ ہے۔ وہاں کے مسلمان صیہونیت کا شکار ہوئے۔ یہود کو عیسائیت سے ملک ملی۔ فلسطین کے بے گھر مسلمانوں کو اسلامی ممالک نے مدد دی، لیکن اکثر نے تحفظات اور تأمل کے ساتھ یا سے اغماض کیسے کر دی تھی؟ اسرائیل کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اس کے سب سے موثر مؤید امریکہ کے ساتھ تعلقات کو استوار اور خوشگوار رکھا گیا۔ ہم یہاں نکتہ چینی کرنے نہیں بیٹھے ہیں۔ ارباب حکومت

ہی اپنے مصالح کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند
گدائی گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

لیکن اپنے ذہن کی نارسائی کے اس اعتراف کے باوجود ہم یہ کہنے پر خود کو مجبور پا رہے ہیں کہ عالم اسلام نے فلسطینی مسلمانوں کی مدد کبھی متحد ہو کر نہیں کی۔

افغانستان میں کیا ہو رہا ہے؟ حکومت بھی مسلمان، مجاہدین بھی مسلمان۔ دونوں آپس میں دست و گریباں۔ ہر طرف خونریزی، ہر طرف تباہی۔

اسلام رنگ و نسل، چھوٹے بڑے کے فرق کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔ لیکن نسل پرستی کا جذبہ برابر سر ابھارتا رہا ہے۔ مصر میں جمال عبد الناصر اور ایران میں شاہ رضا نے اپنا رشتہ قبل اسلام کی بادشاہتوں کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ دونوں کیفر کردار کو بالآخر پہنچ گئے۔ لیکن نسل پرستی کی تجہیز و تکفین تو پھر بھی نہ ہو سکی۔ وہ ابھی تک زندہ ہے اور موقع موقع سے زور پکڑ لیتی ہے۔ عرب اور عجم کی تفریق ہنوز عالم اسلام کے اندر شگاف ڈالے ہوئے ہے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائی رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو
تفو بر تو ای چرخ گرداں تفو

یہ تو عالم اسلام میں ایران کا رخ تھا۔ ادھر عربوں کا یہ عالم کہ وہ خود کو افصح الاقوام گنتے تھے اور باقی دنیا کو اپنے آگے گونگا سمجھتے تھے۔ عرب اور عجم کے درمیان ابھی تک شک و شبہ کا فاصلہ ہے۔ ان کے دل اخوت اسلامی کے رشتہ میں بندھ جانے کے باوجود ابھی تک ملے نہیں ہیں۔

بہرکیف ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ مسلمانان عالم کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے، انہیں اس کا احساس ہی نہیں کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے ان کے خلاف صف آرا ہیں اور انہیں صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹانے پر تل گئے ہیں۔ کبھی کبھی اختلافات کے واقعات رونما ہو جائیں تو اسے اجتماعی انسانی فطرت کے انحرافات کہہ کر ٹالا جا سکتا ہے، لیکن ہماری بدنصیبی کہ ہماری داستان میں ایسے بدنما داغوں کی کثرت ہے، اور ستم یہ کہ یہ سب کچھ ایسی قوم کے ساتھ ہوا ہے جسے اتحاد کی خاص ہدایت کی گئی ہے۔ جسے بنیان مرصوص یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کہا گیا ہے۔ یہاں سیسہ پلانے کا ذکر در کنار، دیوار کھڑی ہی کب ہے، ہم اب اینٹوں کا چٹہ بھی نہیں ہیں، بلکہ ہماری حیثیت اینٹوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں سے زیادہ نہیں ہے۔

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

میں نے کسی قدر صراحت کے ساتھ ہم سب کے رونے جیل کی تصویر کشی کی ہے۔ مقصد یہ تھا کہ سفر شروع کرنے سے پہلے اس کی دشواریوں اور خطاؤں کا احساس ہو جائے اور تیاری اسی وضع پر کی جائے۔ ہوا میں آگے یا حقیقت فراموش جذبات کی کیچڑ میں لوٹنے سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں سوچ سمجھ کر، مضمرات کا جائزہ لے کر ٹھوس قدم اٹھانا چاہیئے ٹھوس،

سوچے سمجھے ہوئے عملی قدم۔ یہ بات مان کر چلئے کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے اور مسالک ہیں، ان میں سے کوئی فرقہ یا مسلک اگر یہ سمجھے اور اعلان کرنے لگے کہ صرف وہی اسلام کی راہ پر ہے اور باقی سارے فرقے اور مسالک گمراہ ہیں تو اختلافات کی خلیج اور گہری ہو جائے گی اور تلخی اور عداوت دلوں میں راہ پا جائے گی، جو مٹائے نہ مٹے گی۔ لہٰذا سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہم اسلام کے سارے فرقوں اور مسالک کا احترام کریں، ان پر نہ حملہ کریں نہ طنز، اور ان کے ساتھ بحث میں دست و گریبان نہ ہوں۔ ہمارے پاس اس سے کہیں زیادہ ضروری کام کرنے کو ہیں، ہمیں ہر محاذ پر جدوجہد کر کے پسماندگی کو دور کرنا ہے۔ جو نزاعات اور اختلافات ابتدائی بحثوں سے طے نہ ہو پائے، وہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بحث کے نتیجہ میں طے ہو ہی نہیں سکتے۔ ہمیں خوش دلی کے ساتھ ان کے وجود کو تسلیم کرنا چاہئے اور باوجود اس کے کہ ہم دوسرے مسالک سے متفق نہیں ہیں یا انہیں صحیح نہیں سمجھتے، ہمیں چاہیے کہ انہیں قرب اور عزت کی جگہ دیں۔ اگر سارے فرقے اور مسالک و مذاہب باہمی رواداری اور خیر اندیشی کو شعار بنالیں تو مسلمانوں کو سیکڑوں پریشانیوں، خلفشاروں اور پشیمانیوں سے نجات مل جائے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اصول اہم ہیں کہ فروعات؟ کتنے نادان ہیں وہ لوگ جو اصول کو چھوڑ کر فروعات میں اُلجھ جاتے ہیں! صدہا سالوں سے ہم یہی کر رہے ہیں اور دنیا پر یہ لگاتار ثابت کر رہے ہیں کہ ہر مسلمان فرقہ دوسرے مسلمان فرقوں کی بہ نسبت غیر مسلم فرقوں یا مذاہب سے قریب تر ہے کیونکہ اس کی بحثیں، جھگڑے اور تلخیاں مسلمان فرقوں کی بہ نسبت تر ہوتی رہتی ہیں۔ اس عقل و دانش کو کیا کہئے کہ جہاں ۹۹ فی صد عقائد اور اصول مشترک ہوں، وہاں باہمی تلخی اور منافرت کا ماحول بنا رہے۔ نزاع سے بہرحال گریز کرنا چاہئے کہ عام انسانی دوستی اور حبِ وطنی کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے دینی بھائیوں سے خصوصی انسیت کو برقرار رکھنا ہے۔

دوسری بات اتنی ہی ضروری ہے جتنی پہلی ہمیں کسی مذہب کسی فرقہ اور اس کے اکابرین کے خلاف کبھی لب کشائی نہیں کرنی چاہئے کہ اس سے اس فرقہ کے اراکین کو جراحت پہنچے گی۔ ہمارا مقصد، ہمارا ہدف فرض دلوں کو جوڑنا ہے، گھائل کرنا نہیں ہے۔ مسلمانوں کی بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ اوائل اسلام کے لگ بھگ ان میں مسئلہ ترتیب خلافت راشدہ نے نزاع کا بیج بو دیا۔ اس ترتیب کو ہم اب لاکھ چاہیں پھر بھی بدل نہیں سکتے۔ ماضی ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے وہ ہماری گرفت میں نہیں آسکتا۔ تاریخ کو ہم بدل نہیں سکتے۔ حال البتہ ہمارے قبضہ میں ہے اور ہم مکلف اور مامور ہیں، ایک اچھا پاکیزہ، خوش حال اور پُر اتفاق مستقبل بنانے کے لئے۔ کیا عقل کا یہ تقاضہ نہیں ہے کہ ہم اپنے حال اور مستقبل کو اپنے

عزائم، خوابوں اور آرزوؤں کے مطابق ڈھالیں اور ماضی کے اختلافات اور شکر رنجیوں اور خانہ جنگیوں کا سایہ ان پر نہ پڑنے دیں؟ خدارا یہ نہ سوچیے کہ ہمارے بزرگوں میں اختلاف رونما ہو گیا تھا، اس لیے یہ بات ہماری میراث میں شامل ہے کہ اس اختلاف کو ہوا دیں۔ حاشا وکلّا، یہ بھی تو سوچیے کہ اس اختلاف نے اتحاد بین المسلمین کو مختلف ادوار میں کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے وخذ ما صفا ودع ما کدر۔ ہمیں اپنے بزرگوں کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کرنی چاہئے نہ ان باتوں کی جہاں ان سے سہو ہوا ہے، جس کی بنا پر تفرقہ کے شعلے عالم اسلام میں بھڑک اٹھے۔ ان لوگوں کو جواب اپنے خالق کے سامنے پہنچ گئے ہیں، ہم بُرا کیوں کہیں؟ اُن کا نامۂ اعمال ان کے پیدا کرنے والے کے سامنے ہے۔ ہم کون ہوتے ہیں اس پر حکم لگانے والے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نامۂ اعمال کی فکر کرنی چاہیئے۔ حشر کے روز یہ بھی تو دیکھا جائے گا کہ ہم نے بنی نوع انسان سے محبت کی یا نفرت کی، ہم نے اپنے بھائیوں کی خطاؤں سے درگزر کی یا ان کی مذمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنے بزرگوں کے محاسن کی ستائش میں رطب اللسان رہیں اور اپنا وقت دوسروں کی بُرائی کرنے میں ضائع نہ کریں۔ ہم اپنے آئینۂ دل کو کدورت اور نفرت کے غبار سے میلا کیوں کریں؟ اسے بہرحال شفاف رکھیے کہ وہی انسان کی کائنات ہے، وہی اس کے افکار و افعال و اخلاق کا سرچشمہ ہے۔

کر دیجئے معاف یہ پاکیزہ صاف دل
ہے کس لئے غبار کو مہماں کئے ہوئے

اپنی رائے قائم کرنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے میں ہمیشہ اعتدال، توازن، ضبط اور رواداری سے کام لینا چاہیئے۔ خیر الامور اوسطہا۔ وصیانی

/

راہ سب سے بہتر ہے۔ انتہا پسندی اور اظہار کی شدت سے ہمیشہ حذر کرنا چاہیئے۔ انسانی تہذیب کی بنیاد ہی یہ ہے کہ انسان ہر وقت یہ ماننے کے لئے تیار ہو کہ اس کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے، اور دوسروں کی صحیح بھی۔ اس لئے دوسروں کی رائے اور ان کے عقائد کو بغیر مانے ہوئے عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔ فلسفۂ اخلاق ہمیں بتاتا ہے کہ ہر وصف درمیانی حالت میں اچھائی کی حیثیت رکھتا ہے، وہ برائی بن جاتا ہے اگر اس میں زیادتی ہوئی یا کمی۔ مثلاً شجاعت یا بہادری ایک اچھا وصف ہے اگر شجاعت میں کمی ہوئی تو وہ جبن یا بزدلی میں بدل جاتی ہے۔ اگر اس میں اضافہ ہو گیا تو وہ تہوّر یا بے دھڑک اور بے احتیاط ہونے میں بدل جاتی ہے اور جبن اور تہوّر، دونوں اخلاق کے نقطۂ نظر سے عیب ہیں۔ مسلمان اگر اعتدال اور توازن اور قول و عمل کے وقت احتیاط کی شکل اختیار کرتے ہیں تو ان کے آپس کے اختلافات بہت کم ہو جائیں گے، اور جو رہ جائیں گے وہ ان کے اتحاد کی راہ میں حائل نہ ہوں گے۔

تہذیب اور شائستگی کی بات ہو چکی۔ انصاف کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ خود کو دوسرے فریق کی جگہ رکھ کر اخلاف کا نیمہ دراصل انصاف پر استادہ ہے بلحاظ حق ہے۔ جب ہم اجتماعی اور انفرادی عقائد و مسائل پر غور کرنے بیٹھیں تو فیصلہ غیر جانبدارانہ انداز سے کریں۔ اس روش سے فرقوں کے درمیان باہمی اعتماد اور خیر خواہی کی فضا پیدا ہو گی۔ یاد کیجئے عراق اور ایران کی لڑائی میں بسا اوقات ایسا ہوا کہ بعض لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ راستی پر کون ہے، غلطی کس کی ہے، لڑائی شروع کس نے کی اور جواب دینے پر کون مجبور ہوا۔ بہت سے لوگوں کی رائے فرقہ واریت یا نسل پرستی سے متاثر اور مجروح ہو گئی۔ عراق عرب ہے، عراق سنّی ہے۔ ایران عجم ہے، ایران شیعہ ہے۔ یہ لحوظات

انسانی تہذیب کی بنیاد ہی یہ ہے کہ انسان ہر وقت یہ ماننے کے لئے تیار ہو کہ اس کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے، اور دوسروں کی صحیح بھی۔ دوسروں کی رائے اور ان کے عقائد کو بغیر مانے ہوئے عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

دراصل غیر متعلق تھے۔ حسن و قبح، صحیح و غلط کا فیصلہ کرنے میں ان کا کوئی دخل نہ ہونا چاہیئے تھا۔ بد قسمتی یہ کہ اجتماعی شعور میں کچھ کدورتیں ہنوز جاگزیں ہیں، اور کوئی طبقہ ان سے محفوظ نہیں ہے۔ اگر انصاف اور اتحاد کا نیا باب کھولا جائے تو یہ کدورتیں دھل جائیں گی۔ لیکن کوشش درکار ہو گی، اور وقت بھی۔ غلط فہمیاں جو دراصل رگِ جاں میں پیوست ہو گئی ہوں، آسانی سے چھوٹتی نہیں ہیں۔

مسلمانوں نے علوم سے اپنا ناتہ توڑ لیا۔ اس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے ہیں۔ گزشتہ پانچ صدیاں مسلمانوں کے علمی انحطاط کی صدیاں ہیں۔ من حیث الملّت اب وہ جاہل ہیں۔ اسی لیے جو چاہتا ہے انہیں دھوکا دے دیتا ہے، ان پر ظلم کرتا ہے، اور وہ خود ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ کی مثال وہ بالکل ایک نئے انداز سے پیش کر رہے ہیں۔ ہماری پہلی ترجیح، ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے جہالت کو دور کرنا۔ جہالت دور ہو گی تو تعصبات مٹتے چلے جائیں گے۔ جہالت کی جگہ روشنی آئے گی، تعصبات کی جگہ رواداری، تعقّت اور شدّت کی جگہ اعتدال اور توازن۔ مسلمان پڑھ لکھ

جائیں گے تو ان میں باہمی محبت بڑھے گی۔ وہ ایک دوسرے کے مسالک، عقائد اور روایتوں کو سمجھ سکیں گے۔ ان میں اتحاد پیدا ہو گا۔ بے سر و پا سفر باندھنے کا ہنگ نظری اور کٹ حجتی سے انہیں چھٹکارا مل جائے گا۔ ان کا نقطۂ نظر اور ان کی ہمدردیاں وسیع ہو جائیں گی۔ ان کے ذہنوں میں، جو ایک مدت سے ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہیں، جستجو کی لہریں پھر سر اٹھائیں گی۔ پچھلے چار سو سالوں سے وہ مغربی سائنس اور ٹکنولوجی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ روز مرہ کی ضرورتوں اور آسائشوں کے لئے وہ مغرب کے دست نگر ہیں۔ محنت اور عرق ریزی اہلِ مغرب نے کی، فائدہ میں ہم شریک بن بیٹھے۔ مغرب محسن ہے اور ہم شرمندہ احسان، اب ہمیں اس احسان کا بدلہ چکانا ہے، علوم میں تحقیق کے ذریعے اور ٹکنولوجی میں اضافہ کر کے۔ اگر ہم کاروانِ علم کے پیچھے اسی طرح گھسٹتے ہوئے چلے تو ہم جاہلوں کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کر آپس میں لڑتے رہیں گے کہ پسماندہ لوگوں کو یہی مشغلہ راس آتا ہے۔ ہمیں تو عصری علوم میں ترقی یافتہ لوگوں کو دوڑ کر پکڑنا ہے۔ ورنہ پسماندگی کا داغ ہمارے ماتھے سے کبھی نہ مٹ سکے گا۔

دینی علوم اور دینی تعلیمی اداروں کا نصاب اور طریق تدریس انقلاب آور تبدیلیوں کا منتظر ہے۔ ہمارے مدارس کی تعلیم اور جدید تعلیم میں اتنا ہی فرق ہے جتنا یونانی طب اور جدید طب میں۔ اس فرق کو برقرار رکھنا گویا تنزل اور خستہ حالی کا دائمی پٹہ لکھوا کر لانا ہے۔ اتحاد بین المسلمین تعلیم کی اشاعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہاں روئے سخن عصری اور دینی تعلیم، دونوں کی طرف ہے۔ دینی تعلیم میں ایک اور ترمیم درکار ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے اسکولوں میں جب دینی تعلیم دینے کا سوال اٹھتا ہے تو شیعہ

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

از محمد اسلم رادھا عنایت پور ۔ میرٹھ

سلمان رشدی کی شیطانی آیات

اسلام کے خلاف مغرب کی گہری سازش

قسط ۳

گذشتہ سے پیوستہ

قرآن کتاب الٰہی سائنسی تجربات سے ثابت

آج جیسے جیسے سائنس ترقی کے منازل طے کر رہا ہے' دنیا پر یہ حقیقت آشکار ہوتی جا رہی ہے قرآن کلام الٰہی اور حضور اکرم ــــ اللہ کے آخری رسول ہیں. آج ان خدا بیزار انسانوں کو جو عقلی دلائل کی بنا پر خدا' قرآن اور ان کے رسول کو جھٹلا رہے تھے. سائنسی تجربات کے انکشافات نے یہ ماننے پر مجبور کر دیا ہے کہ خدا کا وجود ہے' قرآن کلام الٰہی ہے اور حضور اکرم اللہ کے آخری رسول ہیں. اگرچہ سائنسی تحقیقات سے قرآن کے کلام الٰہی اور حضور اکرم کا پیغمبر آخر ہونے کے دلائل میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ. (یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں) لیکن مغربی دنیا کو اس سے مزید سبق مل جاتا ہے جو قرآن اور پیغمبر آخر کے خلاف سازش کر رہے ہیں کیونکہ انہی کی سرزمین پر یہ انکشافات ہو رہے ہیں. یہاں جو میں دو واقعات پیش کر رہا ہوں وہ ملعون رشدی کے حمایتیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں.

پہلا واقعہ جو آج کی دنیا کے لئے حیرت انگیز ہے. مادی' قابلِ تصدیق اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے. یہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ہے کہ کمپیوٹر نے قرآن کے عددی کوڈ کا راز فاش کیا ہے جس سے مادی طور پر دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ــــ

۱ــــ قرآن دنیا کے لئے اللہ تعالیٰ کا قطعی اور آخری پیغام ہے.

۲ــــ قرآن کو ذرا سی بھی تحریف یعنی اضافہ یا کمی سے پوری طرح محفوظ رکھا گیا ہے. اس معجزاتی عددی کوڈ کی بنیاد قرآن پاک کی پہلی آیت بســــم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے. اس طرح جب آپ قرآن پر پہلی نظر ڈالتے ہیں تو اس بات کا مادی اور ناقابلِ تردید ثبوت مل جاتا ہے کہ یہ آپ کے لئے اللہ کا پیغام ہے. یاد رکھئے ان حقائق میں تعبیرات' رائے یا قیاس کا کوئی دخل نہیں. یہ قطعی طور پر مادی و طبیعی حقائق ہیں.

۱ــــ قرآن کی پہلی آیت میں ۱۹ عربی حروف ہیں.

۲ــــ قرآن میں ۱۱۴ سورتیں ہیں (۱۹×۶)

۳ــــ نزولِ وحی کے بموجب قرآن کی پہلی سورت "اقراء" قرآن کی آخری سورت سے ۱۹ ویں نمبر پر ہے.

۴ــــ نزولِ وحی کے بموجب پہلی سورت "اقراء" میں ۱۹ آیتیں ہیں.

۵ــــ جبرئیلؑ جب پہلی مرتبہ وحی لے کر آئے تو انھوں نے سورۂ "اقراء" کی پانچ آیتیں پڑھائیں. ان پانچ آیتوں میں ۱۹ الفاظ ہیں.

۶ــــ پہلی وحی میں جو ۱۹ الفاظ ہیں ان کے حروف کی تعداد ۷۶ ہوتی ہے (یعنی ۱۹×۴)

۷ــــ "اقراء" کی پہلی سورت ۲۸۵ حروف پر مشتمل ہے (یعنی ۱۹×۱۵)

۸ــــ نزولِ وحی کے لحاظ سے آخری سورت (النصر ۱۱۰ ویں سورت) ۱۹ لفظوں پر مشتمل ہے.

۹ــــ قرآن مجید کی جملہ سورتیں ۱۱۴ (۱۹×۶) ہیں. اور ایک کے ماسوا باقی تمام سورتیں قرآن کی پہلی آیت بسم اللہ سے شروع ہوتی ہیں. یہ اس کوڈ کی بنیاد ہے. کوڈ چونکہ مکمل ہونا چاہئے اس لئے ۹ ویں سورت کی پیشانی سے غائب قرآن کی پہلی آیت کی کمی ۲۷ ویں سورت کے درمیان کی اسی سورت سے اسی آیت سے پوری ہو جاتی ہے. اسی طرح جبکہ نویں سورت میں قرآن کے آغاز کی پہلی آیت موجود نہیں. ۲۷ ویں سورت میں یہی آیت دو مقام پر موجود ہے. ایک صورت کے آغاز میں اور دوسری اسی سورت کی تیسویں آیت میں اس حساب سے قرآن کی پہلی آیت کی

مجموعی تکرار ۱۱۴ (۱۹×۶) پوری ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ بسم اللہ کی گنتی کرتے ہوئے جب ہم بسم اللہ نہ رکھنے والی نویں سورت تک پہنچتے ہیں اور اس کو پہلا نمبر دیتے ہیں تو وہاں سے ڈبو بسم اللہ والی سورت ہمیں ۱۹ ویں نمبر پر ملتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں سورت ۹ کی غائب بسم اللہ کا پتہ چلانا ہو تو آپ کو سورت ۹ سے شروع کر کے ۱۹ سورتوں کو گننا ہوگا۔ یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک اشارہ ہے کہ سورتوں کے مقامات کا تعین الہامی طور پر اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔

۱۱۔ سورت ۲۷ کی پہلی اور دوسری بسم اللہ کے درمیان الفاظ کی تعداد ۳۴۲ (۱۹×۱۸) ہے۔

۱۲۔ قرآن کی ۱۱۴ بسم اللہ کی نمائندگی کے لئے جب ہم ایک بسم اللہ (قرآن کی صرف پہلی سورت کی بسم اللہ ہی کو نمبر دیا گیا ہے) کو لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ہر لفظ پورے قرآن میں متعدد بار آیا ہے اور ان سب کے اعداد ۱۹ کا مضروب ہیں۔

۱۔ قرآن میں لفظ اسم ۱۹ مرتبہ آیا ہے۔

۲۔ دوسرا لفظ اللہ ۲۶۹۸ (۱۹×۱۴۲) بار آیا ہے۔

۲۔ تیسرا لفظ رحمٰن ۵۷ (۱۹×۳) بار آیا ہے۔

۴۔ آخری لفظ الرحیم ۱۱۴ (۱۹×۶) بار آیا ہے۔

صرف اسی حقیقت کی بنا پر مؤقر سائنسی رسالہ "سائنٹفک امریکن" اعلان کرتا ہے کہ "یہ قرآن کا ایک کھرا اور پُر مغز مطالعہ ہے" (ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۲۳) تنہا یہ حقیقت ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ قرآن کا ماخذ الہامی ہے۔ اگر ہم انسانوں کی تصنیف کردہ دنیا کی تمام کتابیں اکٹھا کرلیں تو ان میں سے کتنی اس حیرت انگیز اعجاز کا مظاہرہ کر سکیں گی؟

۱۳۔ اس خفیہ عددی کوڈ سے متعلق ایک پوری سورت جس کا عنوان "راز پنہاں" ہے قرآن کی ۷۴ ویں سورت ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ ہمیں بتاتا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن انسانی تخلیق ہے تو اللہ اس کو کسی نہ کسی طرح ۱۹ کے عدد سے ثابت کر دکھائے گا (۷۴: ۳۰)

۱۴۔ قرآن بتاتا ہے کہ ۱۹ کا عدد پانچ کام انجام دیتا ہے۔

۱۔ منکروں کو حیران و پریشان کرتا ہے۔

۲۔ اچھے اور نیک یہودیوں اور عیسائیوں کو یقین دلاتا ہے کہ قرآن پاک واقعی ایک الہامی کتاب ہے۔

۳۔ ایمان لانے والوں کے عقائد کو تقویت دیتا ہے۔

۴۔ مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے ہر شبہ کو اس حقیقت کے مقابلے میں دور کر دیتا ہے۔

۵۔ قرآن ساری دنیا والوں کے لئے اللہ کا پیغام ہے۔ ایسے مکاروں کو بھی بے نقاب کرتا ہے جو قرآن کے اس حیرت انگیز معجزہ سے دلچسپی کا کوئی اظہار نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ عددی کوڈ قرآن کے عظیم معجزوں میں سے ایک ہے۔ (سورت ۷۴ کی ۳۵ ویں آیت ملاحظہ ہو)

۱۶۔ قرآن کے نزول وحی کی ترتیب جو ترتیبی سلسلہ سے مختلف ہے اس تسلسل میں بسم اللہ کے ۱۹ حروف (پہلی سورت کی پہلی آیت) ۱۹ عدد کے تذکرہ کے عین بعد ہی وحی کی سورت میں نازل ہوئے تھے۔

۱۷۔ قرآن کی ایک منفرد خصوصیت ۲۹ سورتوں کے آغاز میں مقطعات یا "قرآنی مخففات" کا وجود ہے یہ ۲۹ سورتیں بہ لحاظ حجم نصف کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان قرآنی مخففات کے ۱۴ مختلف جوڑوں کی تشکیل میں ۱۴ حروف استعمال میں لائے گئے ہیں جو عربی حروف تہجی کی مجموعی تعداد کا نصف ہیں۔ اس طرح گویا ۱۴ حروف ۲۹ سورتوں میں مخففات کے ۱۴ جوڑے بناتے ہیں اور پھر جب ہم ان ۱۴ + ۱۴ + ۲۹ کو جمع کرتے ہیں تو حاصل جمع ۵۷ (۱۹×۳) ہوتا ہے۔

یہ انکشاف کیا جا چکا ہے کہ قرآنی مخففات کے تمام حروف (بغیر کسی استثنا کے) اپنی سورتوں میں بہ لحاظ تعداد ۱۹ کے مضروب کی صورت میں ہیں۔ کوئی قاری بھی پچاسویں سورت "ق" کے حروف کو گن کر اس حقیقت کی جانچ بڑی آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ وہ دیکھے گا کہ اس سورت میں حروف "ق" کی تکرار ۵۷ (۱۹×۳) ہے۔ دوسری واحد ۴۲ ویں سورت "ق" بھی ق کی اتنی ہی تعداد یعنی ۵۷ "ق" رکھتی ہے۔ اگرچہ ۴۲ ویں سورت پچاسویں سورت کے مقابلے میں دوگنی ہے۔

۱۹۔ قرآن کی صورت ۶۸ میں جس کا مخفف حرف آغاز "ن" ہے ۱۳۳ (۱۹×۷) "ن" ہیں۔ یہ مختصر و جامع خلاصہ ہے۔ تفصیلات حیرت انگیز ہیں۔

(یہ معلومات مسجد توسان ۷۳۵ ای اشرٹ ۴۰ توسان۔ ایری زونا ۸۵۷۱۹ یو۔ ایس۔ اے سے حاصل ہوتی ہیں)

یہ قرآن کا سائنسی اعجاز ہے کہ اس نے آج سے

ھ ہزار سال قبل جن حقیقتوں کی طرف اشارہ کیا تھا
یں اور آج کی سائنسی تحقیقات و انکشافات میں
فرق نہیں۔ یہ قرآن کی حقانیت اور اس کے کتاب
ہونے کی ایک یقینی دلیل ہے۔ جسکا کوئی انکار نہیں
سکتا۔ قرآن نے بھی اسے اپنے دعوے پر دلیل بنایا
ے۔ سورہ حم السجدہ آیت ۵۲۔۵۳ میں ہے۔

ترجمہ :۔ اے نبیؐ ان سے کہو کبھی تم نے یہ
سوچا کہ اگر واقعی یہ قرآن خدا ہی کی طرف سے ہوا
ہم اس کا انکار کرتے رہے تو اس شخص سے بڑھ
بھٹکا ہوا اور کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دور
ل نکل گیا ہو؟ عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق
ں بھی دکھائیں گے اور ان کے نفس میں بھی یہاں
ک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی
ق ہے۔"

یہ دوسرا واقعہ تخلیق انسانی کے بارے میں ہے
قرآن کریم کا ایک سائنسی اعجاز ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب
بے بی (TEST TUBE BABY) کے خالق
ڈاکٹر کیتھ ایل مور (جو میڈیکل کالج ٹورنٹو یونیورسٹی میں
اناٹومی کے پروفیسر اور جنینیات پر ایک شہرۂ آفاق کتاب
کے مصنف ہیں) اپنی تحقیق میں اس بات کا انکشاف
کرتے ہیں کہ تخلیق انسانی سے متعلق جو قرآنی آیات کہتی
ہیں وہی سائنس کی ریسرچ بھی بتاتی ہے۔ وہ
(CONCEPT OF SCIENCE IN DEVELOPME
OF BABY ۔ میں تین تاریک پردے
(THREE MEMBRANES) کے متعلق جیسا کہ
قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری ماؤں کے
شکم میں تین تاریک پردوں کے پیچھے مختلف مراحل
میں تخلیق فرماتا ہے کہتے ہیں کہ ایک پردہ ماں کے
شکم کی دیوار ہوتی ہے، دوسرا پردہ دیوار شکم اور تیسرا
پردہ جس میں بچہ لپٹا ہے۔

ایک اور آیت میں ہے "پھر ہم نے قطرہ کو جوک

> "مجھے امید ہے
> کہ میں دنیا کے دانا
> اور باشعور لوگوں کو
> یکجا کر کے قرآنی تعلیمات
> کی روشنی میں ایک
> لاثانی نظام
> قائم کروں گا کیونکہ صرف
> یہی تعلیمات انسان کو مسرتوں سے
> روشناس کرا سکتی ہیں۔" (نپولین)

جیسی شکل میں لٹکا دیا۔ ڈاکٹر کیتھ ایل مور کہتے ہیں جیسا کہ
ایک حدیث میں ہے کہ حمل قرار پانے کے ۴۲ روز
بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے کہ وہ نطفہ جیسے
مادہ کو انسانی شکل کے مراحل سے گذارے" اب
سائنس کی ریسرچ بھی یہی ہے کہ ۴۲ روز بعد آنکھ اور
کان واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ حدیث کے
مطابق فرشتہ ہر بار کہتا ہے کہ۔ "یا اللہ یہ بچہ ہے یا
بچی"

ڈاکٹر کیتھ ایل مور کا کہنا ہے کہ بارھویں ہفتے سے
پہلے جنس کی شناخت نہیں کی جا سکتی؛ ڈاکٹر مور کہتے
ہیں کہ۔ "سائنسی تحقیق میں آیات قرآنی کا مکمل طور
پر صحیح ثابت ہونا مسلمانوں کے اس عقیدہ کو حق بجانب
قرار دیتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے"

قرآن کریم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے غیر مسلم مفکر، محقق اور مورخ کیا کہتے ہیں :

آج بعض کم علم اور شرارت پسند عناصر اسلام دشمن طاقتوں کے اشارے پر قرآن کریم پر نعوذ باللہ کیچڑ اچھالنے میں مصروف ہیں عقل کے ان اندھوں کے احمقانہ اعتراضات کا جواب ہم سے بہتر دنیا بھر کے غیر مسلم مفکروں، ادیبوں اور مورخوں نے دیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ عالمی شہرت یافتہ اصحاب فکر و دانش کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

نپولین بوناپارٹ

"مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ صرف یہی تعلیمات انسان کو مسرتوں سے روشناس کرا سکتی ہیں"

پروفیسر ہربرٹ وایل

"قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور قرآن نے انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے۔ جس شخص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھ دار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے"

(ریکچر آن اسلام)

(باقی آئندہ)

امریکہ میں خواتین کی آزادی اس صدی میں سب سے بڑا فریب ہے

اجتماعی و انفرادی سلامتی و تحفظ اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ معاشرے اور اس کی اخلاقی اقدار پر کس نوعیت کی ثقافت کار فرما ہے۔ وہ معاشرے جو وسعت طلب واقع ہوئے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ ہر جانب اور ہر سمت میں ترقی کر رہے ہیں۔ ان کی اس حالت زار کو دیکھ کر تو افسوس ہوتا ہے کہ وہ ثقافتی اعتبار سے انتہائی زبوں ہیں اور ان میں اخلاقی اقدار کا بھی فقدان ہے۔ معنویت سے دوری، اپنی ذات سے بیگانگی، لاقیدی و آزاد روی کے جال میں گم گشتگی اور کثافت و آلودگی کی زندگی اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ انسان کسی بے بنیاد ثقافت کی آغوش میں پل رہا ہے اور یہ وہ عناصر ہیں جو انسانی معاشرے کو پستی کی جانب لے جانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

وہ معاشرے جو اس امر کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ جن ثقافتی اقدار کے خود متحمل ہیں اسے پوری دنیا پر مسلط کر دیں خود ہی احساس حقارت میں مبتلا و گرفتار رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو اس زمین پر کاشت کر رہے ہیں ان کے اپنے ہی کردار کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہی چیزوں سے وہ غذا حاصل کر کے اپنی پرورش کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ مجبور ہوتے ہیں کہ کثافت کے جس بارگراں کو وہ خود برداشت کئے ہوئے ہیں اس سے تمام دنیا کو کثیف و ناپاک کرتے ہیں۔

یہ ایک تحقیق طلب امر ہے کہ مغربی معاشرے جس قومی حکومت (DEMOCRACY) کا دعویٰ کرتے ہیں اس کا کونسا مظہر وہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اپنے اس کثیف و فاسد مادے کی برآمد کر کے دنیا کو یہ بھی جتاتے رہے ہیں کہ گویا وہ انسانیت پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کی وزارت عدلیہ نے حال ہی میں جو تحقیقات کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں ۵۷ فیصد ایسی خواتین ہیں جو مردوں کی وحشت و بربریت کا شکار ہوتی ہیں۔

اب امریکہ کے وحشت انگیز واقعات کے اعداد و شمار ملاحظہ فرمایئے:

امریکہ میں مجموعی طور پر جتنے جرائم ہوتے ہیں ان میں سے چار گنا زیادہ تعداد ایسے واقعات کی ہے جن میں عورتوں پر دست درازی کی جاتی ہے۔

خواتین کو وحشت و بربریت کا شکار بنانا اب امریکہ کی زندگی کے معمولات میں شامل ہو گیا ہے۔

ہر گھنٹے میں سولہ امریکی عورتیں مردوں کی وحشت و بربریت اور دست درازی کا شکار ہوتی ہیں۔

ہر چھ منٹ میں ایک امریکی خاتون تجاوز و دست درازی کا شکار ہوتی ہے۔

ہر سال تیس اور چالیس لاکھ کے درمیان امریکی خواتین مختلف حادثات اور زد و کوب کا نشانہ بنائی جاتی ہیں۔

ہر سال دس لاکھ سے زیادہ امریکی خواتین ایسے حادثات کے باعث جو مردوں کی وحشت و بربریت کے باعث رونما ہوتے ہیں معالجین کے زیر علاج رہتی ہیں۔

کیا یہ اعداد و شمار کسی مہذب، با اخلاق اور ترقی یافتہ معاشرے کے ہو سکتے ہیں۔

وہ معاشرہ جو اس بات کا مدعی ہے کہ اس میں مکمل آزادی ہے۔ عورتیں اپنے حقوق کے اعتبار سے مردوں کے بالکل ہم پلہ ہیں۔ وہ معاشرہ جو عدل و انصاف اور قانون کی برتری کا دعویدار ہے کیا اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ساری دنیا میں ایسی کثیف و ناپاک ثقافت کو فروغ دے۔ وہ امریکی جو اس بات کا چرچا کرتے ہیں کہ مشرقی معاشرے میں

(باقی صـ ۵۷)

روحِ انسانیت امام خمینی (رح)

ذکر جب ہوتا ہے اللہ کی رحمت کا کہیں
ذکر جب ہوتا ہے آقاؐ کی رسالت کا کہیں
ذکر جب ہوتا ہے حیدرؑ کی شجاعت کا کہیں
ذکر جب ہوتا ہے اسلام کی عظمت کا کہیں
جب کبھی صدق کا پرچم کہیں لہراتا ہے
آپ کا نام زباں پہ مری آجاتا ہے

ذکر اخلاص و محبت کا اگر ہوتا ہے
ذکر اخلاق و شرافت کا اگر ہوتا ہے
ذکر زہد و مروت کا اگر ہوتا ہے
ذکر ایمان کی ہیبت کا اگر ہوتا ہے
واعظ کوئی جو اسلام کا دہراتا ہے
آپ کا نام زباں پہ مری آجاتا ہے

ذکر ہوتا ہے جو نیت کی جواں مردی کا
ذکر اللہ پہ شریعت کی بلندی کا
ذکر ہوتا ہے جو انسان سے ہمدردی کا
ذکر ہوتا ہے جو مجلس میں وفاداری کا
واسطے حق کے شہادت جو کوئی پاتا ہے
آپ کا نام زباں پہ مری آجاتا ہے

ذکر ہوتا ہے کدورت کے مٹانے کا جہاں
ذکر ہوتا ہے نفرت کے مٹانے کا جہاں
ذکر ہوتا ہے حقارت کے مٹانے کا جہاں
ذکر ہوتا ہے عداوت کے مٹانے کا جہاں
جب کبھی پیار کے نغمات کوئی گاتا ہے
آپ کا نام زباں پہ مری آجاتا ہے

ذکر ہوتا ہے طہارت کا کہیں جب واعظ
ذکر ہوتا ہے امانت کا کہیں جب واعظ
ذکر ہوتا ہے عبادت کا کہیں جب واعظ
ذکر ہوتا ہے ریاضت کا کہیں جب واعظ
دل میں اسلام کا پرچم جو کہیں لہراتا ہے
آپ کا نام زباں پہ مری آجاتا ہے

از: امجد مجھوی

منقبت خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا (س)

یہ ساری کائنات، اثاثہ بتول کا
جب نام مصطفےٰ ہے وظیفہ بتول کا

نسوانِ کائنات میں بہتر تھا ہیں آپ
حق علی پہ شان، یہ رتبہ بتول کا

عقدے یہ اوج، علی مرتضیٰ کے ساتھ
طے پایا آسمان پہ رشتہ بتول کا

اک مرد حق نگر کی ہیں بیٹی وہ حق نشاں
اک مرد حق پرست ہے نوشہ بتول کا

مردوں کی انتہا کہ ہے رب کریم سے
ہم کو عطا ہو حسن سلیقہ بتول کا

مہر خدائے پاک نوازش بتول کی
قہر خدائے پاک ہے غصہ بتول کا

عسرت میں صبر و شکر مصیبت میں صبر و شکر
شکوہ نہیں رہا کبھی شیوہ بتول کا

تا یہ ابد رہے گا بہ فضل خدا رواں
اقلیم صبر و شکر میں سکہ بتول کا

مجھ پر جو آپ کی چشم کرم ہے رسولؐ
میں نے لکھی جو نظم قصیدہ بتول کا

از و طریب ضیائی
امروہہ

مختار عام

جو حریت کی روح کا پیکر تھا وہ بشر
جو بیسویں صدی کا ابوذر تھا وہ بشر

...ب کا دبیر تھا، وہ بشر
...اشتر تھا وہ بشر

سلمان کی طرح جو شریعت نظام تھا
جو بادہ نوش جام امام کا مختار عام تھا

...سر بلند
...دبند

جو صاحب مزاج و صاحب کردار و حق پسند
ہر ایک معرکے میں ظفریاب و فتح مند

...عمل میں جری تھا، دلیر تھا
...ذر تھا، بہادر تھا، شیر تھا

جس نے الٹ کے رکھ دی بساط ملوکیت
شمشیر شرع کھینچ کے روندی خمینیت

...انہ خواب کا
...ب کا

مولائے کائنات کی تقریروں میں انتخاب
منطق کا، فلسفہ کا برستا ہوا سحاب

...لم کو سیراب کر گیا
...کو سرایاب کر گیا

اسلام کی بقا و تحفظ کا ذمہ دار
...رد حق بجا، پہ میدان کا رزار

...ھی
...یا۔

تہذیبی و فنی واقعات

...جۃ الاسلام احمد خمینی کی "درحریم یار" نامی مقابلے کے اختتام پر تقریر

تہران ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۹۰ء روزنامہ اخبار کیہان ہوائی کی اطلاع کے مطابق "درحریم یار" کے زیر عنوان جس ادبی و فنی مقابلے کا اہتمام کیا گیا تھا اس میں ان نامور فن کاروں نے جنہوں نے نقاشی، ترسیم کاری (GRAPHIC ART) عکاسی، فلم برداری، فلمی داستان نویسی، خطاطی، ترانہ سرائی جیسے فنون لطیفہ پر طبع آزمائی کی تھی۔ حسینیہ (امام باڑہ) جماران میں ایک تقریب کے دوران انعامات حاصل کئے۔

اس ادبی و فنی مقابلے کا اہتمام جمہوری اسلامی ایران کے بانی حضرت امام خمینیؒ کی پہلی برسی کے موقع پر اس ادارے کی جانب سے کیا گیا تھا جو مرحوم کی کتب شائع و منتشر کرتا ہے۔

اس موقع پر حجۃ الاسلام سید احمد خمینی نے حضرت امام خمینیؒ کے نظریے کے مطابق فن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اس امر کی جانب بھی اشارہ کیا کہ فن اور فنکار عوام کی خدمت کے لئے مخصوص ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے مزید کہا کہ حضرت امام خمینیؒ کو ایسے فن کار قطعی پسند نہ تھے جو محض کسی ذاتی غرض کے لئے فن کی تحقیق کریں۔ چنانچہ جس وقت موصوف نے فنکاروں سے خطاب فرمایا تھا تو انہیں یہ پیغام دیا تھا کہ وہی فن قابل قبول اور مورد پسند ہے جو فقر و دولتمندی کے درمیان حد فاصل پیدا کرے۔

اسی ضمن میں موصوف نے مزید کہا کہ فن کار اسی وقت اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جب کہ اس دنیا سے ظلم و ستم کا وجود بالکل ہی نیست نابود ہو جائے۔ فن کاروں کو ان کی ذمہ داری کی جانب توجہ دلاتے ہوئے موصوف نے کہا کہ ایک مومن و دیندار مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ صدائے حق بلند کرتا رہے اور اس مقصد کی خاطر وہ اپنی جد و جہد جاری رکھے۔ اور شجاعت و دلیری پر مبنی ان فنی شہ پاروں کی تخلیق کرے جو خالص دین اسلام پر مبنی ہوں۔ چنانچہ ان کا اعلیٰ مقصد بھی یہی ہے کہ وہ عوام میں خاموشی و پژمردگی کی بجائے ان میں جوش و جذبہ اور آگاہی کے جذبات پیدا کرے۔ اگر فن ایسا کردار ادا کرے جو روشن فکری پر مبنی ہو تو مجھے اس بات کا یقین ہے کہ عوام نقطۂ اوج کی جانب گامزن ہوں گے۔ اور یہی وہ راہ ہے کہ قرب خداوندی کا وسیلہ ہو سکتی ہے۔

پاکستان میں خانۂ فرہنگ ایران کا افتتاح

تہران ۔ ۱۱ نومبر ۱۹۹۰ء کیہان ہوائی کی اطلاع کے مطابق ایران و پاکستان کے درمیان ثقافتی معاہدے پر دستخط کئے جانے کے بعد اس ملک میں اسلامی ثقافت کی ترقی کے مزید امکانات روشن ہوں گے۔

پاکستان میں خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کے افتتاح کے موقع پر اس ادارے کے ڈائریکٹر نے نائب وزیر تعلیم و ارشاد اسلامی، نمائندگان مجلس (ایرانی پارلیمنٹ) اور پاکستان میں مقیم سفیر ایران کی موجودگی میں کہا کہ ایران اور پاکستان کے درمیان ثقافتی اور مذہبی تعلقات بہت ہی گہرے ہیں۔

موصوف نے اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ خانۂ فرہنگ ایران میں کیا کیا سہولتیں فراہم کی جائیں گی کہا کہ ایران اور پاکستان کے تعلقات ماضی و حال میں ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں اور آئندہ ان کی توسیع کے مزید امکانات ہیں۔

اس موقع پر دوسری تقریر ایران کے نائب

وزیر تعلیم وارشاد حجۃ الاسلام اعلی کی تھی۔ موصوف نے اسلامی انقلاب کے بعد ایران میں ثقافتی ترقی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ: انقلاب کے بعد ایران میں صنعت فلم سازی نے کافی ترقی کی ہے۔ اور اس وقت اسلامی ثقافت کی ترویج کی خاطر، ہماری خاص توجہ مطبوعات کی جانب ہے۔

اس موقع پر ایرانی فنکاروں نے "انسانی تاریخ میں مظالم" کے عنوان سے خاموش اداکاری کے مناظر بھی پیش کئے۔

قبرص کے بین الاقوامی باسکٹ بال مقابلے میں ایران نے دوسرا مقام حاصل کرلیا

نکوسیا۔ قبرص، ۲۹ جولائی ۱۹۹۰ء "منتخب امید ایران" نامی ٹیم نے باسکٹبال کے بین الاقوامی مقابلے میں چھ ٹیموں سے مقابلہ کرنے کے بعد چیمپین شپ کا دوسرا مقام حاصل کرلیا۔ مقابلہ قبرص کے شہر ارکان میں ہوا۔

ان کھیلوں میں ایران کا مقابلہ پانچ ٹیموں سے تھا جن میں وہ چار پر سبقت لے گیا مگر ایک کے مقابلے میں وہ ناکامی سے دوچار ہوا۔ "منتخب امید ایران" ٹیم نے تیسرے راؤنڈ میں ۹۲ میں سے ۶۵ پوائنٹ حاصل کر کے میزبان ٹیم (قبرص) کو شکست دے دی۔

تازہ ترین موصولہ اطلاعات کے مطابق آخری راؤنڈ میں ایرانی ٹیم کا مقابلہ رومانیہ کی ٹیم سے تھا۔ اس مقابلے میں رومانیہ کی ٹیم نے ۸۹ پوائنٹ حاصل کئے اور ایران نے صرف ۷۵، جس کے باعث ایران کو شکست ہوئی اور اسی وجہ سے وہ قبرص کے بین الاقوامی ٹورنامنٹ میں دوسرا مقام حاصل کر سکا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تمام مقابلوں میں ایرانی کھلاڑی مہران خاتمی نے ۱۲۵ گول کئے جس کے باعث انھیں مسٹر گول کہا جانے لگا۔

پیرس کی بین الاقوامی نمائش میں ایران کی گزک نے سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء ایک لاکھ فرانک کی ایرانی گزک پہلی مرتبہ درآمدی مال تجارت کی شکل میں فرانس بھیجی گئی ہے۔

یہ اطلاع عروج پذیر پیداوار کی انجمن کے ڈائریکٹر جنرل مہندس نادر توکلی نے خبر گذاری جمہوری اسلامی کو حال ہی میں دی ہے۔

اس ضمن میں موصوف نے کہا کہ: اس انجمن کی پیداوار پیرس کی بین الاقوامی نمائش میں فرانسیسی تاجروں کے لئے باعث کشش رہی۔ چنانچہ مذکورہ نمائش کے اختتام پر اس گزک کو مرغوبیت و پسندیدگی کی وجہ سے سونے کے تمغے سے نوازا گیا۔

مہندس نادر توکلی نے کہا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ جب اصفہانی گزک پیرس کی منڈی میں صرف کئے جانے کی غرض سے بھیجی گئی ہے اور اس کے بعد مزید مال اس وقت روانہ کیا جائے گا جب تجارتی معاہدے پر دستخط ہو جائیں گے۔

موصوف نے اس ضمن میں مزید کہا کہ اگر گزک تیار کرنے کے خام مال کی مقدار میں تین گنا اضافہ کردیا جائے تو ہر سال تقریباً پندرہ سو ٹن گزک تیار کی جاسکتی ہے۔

ایرانی پہلوان ترکان اور محمد یان نے گالا کپ مقابلہ کشتی میں طلائی تمغے حاصل کر لئے

"مجید ترکان" اور "عسکری محمد یان" نے ہنگری کا گالا کپ فری اسٹائل مقابلہ کشتی میں طلائی تمغے حاصل کئے ہیں۔

خبر گذاری جمہوری اسلامی کی اطلاع کے مطابق ہنگری کے دارالحکومت بوڈاپسٹ میں منعقدہ بین الاقوامی فری اسٹائل مقابلہ کشتی میں جو پہلوان اوّل دوم اور سوم قرار دیئے گئے تھے ان میں پہلے دو انعامات کا حقدار ایرانی پہلوانوں کو دیا گیا۔ دو افراد پر مشتمل ایرانی ٹیم نے ۵۲ و ۵۷ کلو وزن اٹھا کر طلائی تمغے حاصل کئے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ برزگر کو اس ٹیم کی سرپرستی و تربیت کا شرف حاصل ہے۔

کلکتہ میں فلم فیسٹول

کلکتہ: صوبہ مغربی بنگال کے اس شہر میں ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء فلم فیسٹول کا انعقاد کیا گیا۔ اس فلمی میلے میں ۵۲ ملکوں کی ۱۵۳ فلمیں شامل کی گئی تھیں۔ دیگر ممالک کے علاوہ انگلینڈ، فرانس، اٹلی، چین، جاپان، الجزائر، بلغاریہ، مصر اور ایران بھی شامل تھے۔

اس فلمی میلے میں ایرانی فلم "فوکس آن ایرانین سنیما" (Focus on Iranian Cinema) اشرکا کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی۔

۱۸ دسمبر کو شری چندر وک اور آقای معصومی ڈائریکٹر خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کی تقاریر کے ساتھ ایرانی فلموں کی نمائش کا افتتاح ہوا۔ اس میں سب سے پہلی فلم "زنجیرہای آبریشمی" کو دکھایا گیا۔ ایرانی فلموں کی نمائش سات دن تک جاری رہی۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اساتذۂ زبان وادبیات فارسی کا ۲۱ روزہ دورۂ تربیت

نئی دہلی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی دہلی کے شعبۂ تربیت استادان نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو۔جی۔سی) کی ہماہنگی سے تین ہفتہ کے لئے تربیت استادان زبان وادبیات فارسی کا دورہ ترتیب دیا۔ ۲۳ نومبر بروز جمعہ صبح ۱۱ بجے سفیر محترم جمہوری اسلامی ایران، رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، ڈائریکٹر خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، پروفیسر جمہور قاسم وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ، اور دہلی و دیگر شہروں کے فارسی اساتذہ کی موجودگی میں تلاوت کلام پاک سے سمینار کا افتتاح ہوا۔

افتتاحیہ مراسم میں آقای سید محمد حسن شاہنگیان رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران نے اشارہ کیا کہ یو۔جی۔سی اور شعبہ تربیت استادان کی جانب سے استادان زبان وادب فارسی کی تربیت جیسے پروگرام اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس کام میں ہم تنہا نہیں ہیں۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ سنسکرت زبان کے بعد فارسی وہ زبان ہے جو پورے ہندوستان میں نافذ و رائج رہی ہے

ان کے بعد آقای ابراہیم رحیم پور سفیر محترم جمہوری اسلامی ایران نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ تمام برادران وخواہران، اساتذہ کا شکر گزار ہوں کہ اس اہم فرہنگی امر کے بارے میں مجتمع ہوئے ہیں۔ ہم آپ حضرات کے ساتھ ہر قسم کا ممکن تعاون کرنے کے لئے آمادہ ہوں تاکہ ہم دنیا کو طرح دینے والے جدید مسائل سے مزید آشنا ہو جائیں۔

یہ پروگرام تین ہفتے تک جاری رہا۔

گروکل کانگڑی یونیورسٹی ہردوار میں کانفرنس

ہردوار میں واقع گروکل کانگڑی یونیورسٹی ہر سال زبان وادبیات سے متعلق ایک کانفرنس منعقد کرتی ہے۔ امسال ۳۵ ویں کانفرنس ۱۶ نومبر سے ۱۸ نومبر ۱۹۹۰ء منعقد کی گئی جس میں علوم مشرقی کے مشاہیر اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی۔ اسلامی جمہوری ایران کی جانب سے ڈاکٹر رضا مصطفوی نے اس کانفرنس میں شرکت کر کے مقالہ پڑھا۔ موصوف کا مقالہ "سنسکرت و فارسی زبانوں کی مشترک وضعیت" موضوع پر تھا۔ اس مقالہ کو سامعین نے بہت پسند کیا۔

ایوان غالب میں سہ روزہ سمینار

نئی دہلی۔ ۲۱ دسمبر۔ آج یہاں ماتا سندری مارگ پر واقع ایوان غالب میں سابق صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ نے سہ روزہ سمینار کا افتتاح کیا۔ اس سمینار میں دیگر علمی شخصیات کے علاوہ آقای سید محمد حسن شاہنگیان رایزن فرہنگی جمہوری اسلامی ایران اور جمہوری اسلامی ایران سے تشریف لائے ہوئے دیگر مہمانان آقای کریمیان معاون وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی و آقای موسوی گرمارودی مشاور وزیر خارجہ ایران۔ جو کہ فردوسی و شاہنامہ دو روزہ سمینار میں شرکت کرنے کے لئے نئی دہلی تشریف لائے تھے، اس میں شریک ہوئے۔

فوق الذکر سمینار "شارحین غالب۔ بعد غالب دوسری زبانوں میں" موضوع کے تحت منعقد کیا گیا تھا جس میں دیگر برجستہ شخصیات کے علاوہ استاد سید سبط حسن رضوی (پاکستان)، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر کامل قریشی، ڈاکٹر سید مظفر حسین برنی (چیرمین اقلیتی کمیشن) اور ڈاکٹر محمد صدیق وغیرہ بھی شامل تھے۔

انڈیا گیٹ پر بچوں کے لئے کتابوں کی نمائش

نئی دہلی۔ یکم دسمبر سے ۱۰ دسمبر تک یہاں انڈیا گیٹ پر اطفال ونوجوانان کی کتب پر مشتمل ایک نمائش کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ہندو بیرون ہند کے تقریباً ۱۰۰ ناشرین اور کتب فروش ادارے شامل تھے۔ نمائش کے دوران جمہوری اسلامی ایران کا اسٹال بچوں کے سرپرستوں کا مرکز توجہ رہا۔ اس نمائش میں روس کے اسٹال کو اوّل انعام دیا گیا۔

نامور ایرانی خطاط استاد سید حسن میرخانی کا انتقال

نامور ایرانی خطاط استاد سید حسن میرخانی اسّی برس کی عمر میں اس دار فانی سے دنیائے آخرت کی طرف چل بسے۔ میرخانی کی ولادت ایک ایسے خانوادہ میں ہوئی تھی جو فن خطاطی میں غیر معمولی شہرت کا حامل تھا۔ ان کے والد سید مرتضیٰ میرخانی بھی فن خطاطی میں استاد کا درجہ رکھتے تھے۔ استاد سید حسن میرخانی خطاطی کے علاوہ فن شاعری میں بھی غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور "دیوان بندہ" کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی شائع ہو چکا ہے

"گلستان سعدی" "کلیات سعدی" "دیوان حافظ" "خمسہ حکیم نظامی" "دیوان وحدت" "داستان ملک جمشید" "رباعیات باباطاہر" "انتخاب شمس تبریزی" اور "نگارستان سعدی" جیسی نامور فارسی کتابیں ان کے فن کا عدیم المثال شاہکار ہیں۔ استاد میرخانی خط نستعلیق میں خصوصی مہارت کے حامل تھے۔

ان کی وفات پر ماہنامہ راہ اسلام دنیا کے تمام ماہرین فن کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔

از جعفر سبحانی (حوزہ علمیہ قم)

زندگانی پیغمبر اسلامؐ

گذشتہ سے پیوستہ

دعوت عمومی

۲۷ ویں قسط

پیغمبر اکرمؐ کے تنہا حامی و محافظ غیر معمولی عقل و فراست کے حامل تھے لہٰذا وہ فوراً سمجھ گئے کہ ایک ایسی جماعت کے مقابلے میں بردباری سے کام لینا ضروری ہے جس کی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے خطرہ لاحق ہوگیا ہو۔ چنانچہ انھوں نے صلح و مصالحت کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ان لوگوں سے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کے اس اعتراض کو اپنے بھتیجے تک ضرور پہونچا دیں گے۔ اگرچہ ان کے اس جواب کا مقصد ان لوگوں کے غیض و غضب کو کم کرنا تھا تاکہ بعد میں وہ اس مسئلہ کے حل کے لئے کوئی مناسب راہ و روش اختیار کر سکیں چنانچہ ان لوگوں کے جانے کے بعد انہوں نے فوری طور پر اپنے بھتیجے سے رابطہ قائم کیا اور مخالفین کے پیغام سے آگاہ کر دیا اور ضمناً ان کے جواب کا انتظار کرنے لگے تاکہ انہیں یہ اندازہ ہو سکے کہ ان کا بھتیجہ اپنے مقصد کی راہ میں کس درجہ اٹل ارادہ کا مالک ہے۔ لیکن پیغمبرؐ نے جواب میں ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا ہے جو تاریخ کے نمایاں اور طلائی کلمات کی حیثیت رکھتا ہے۔ پیغمبرؐ نے اپنے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھ دیں یعنی مجھے دونوں جہاں کا مالک بنا دیں تو بھی میں اپنے دین کی تبلیغ و مقصد کی پیروی سے دستبردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوں میں اپنے مقصد کی پیروی کرتا رہوں گا تا وقتیکہ جملہ مشکلات پر قابو پا جاؤں اور اپنے مقصد میں آخری کامیابی حاصل کر لوں یا پھر مقصد کی راہ میں اپنی جان قربان کر دوں۔"[۱]

اس کے بعد مقصد سے غیر معمولی عشق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ اپنے چچا کے سامنے سے ہٹ گئے۔ پیغمبرؐ کی موثر و دلکش گفتگو نے "سردار مکہ" کے دل میں ایسا اثر قائم کیا کہ انہوں نے مختلف النوع خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے بھتیجے کو دوبارہ بلایا اور کہا:

"خدا کی قسم میں تمہاری حمایت و سرپرستی سے دستبردار نہ ہوں گا۔ تمہیں جو کام سپرد کیا گیا ہے اسے اسی طرح انجام دو۔"[۲]

ابوطالب سے قریش کی تیسری ملاقات

اسلام کی روز افزوں ترقی سے قریش بہت پریشان تھے اور انہیں ہمہ وقت یہی فکر رہا کرتی تھی کہ اس پریشانی سے نجات حاصل کرنے کا راستہ مل جائے۔ وہ لوگ پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں یہ طے کیا کہ ابوطالب کی حمایت کی وجہ شاید یہ ہے کہ انہوں نے "محمدؐ" کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ پس ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ ہم لوگ اپنے خوبصورت ترین نوجوان

کو ان کے پاس لے جائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ انہیں سے کسی نوجوان کو اپنا بیٹا منتخب کر لیں۔

آخر میں وہ لوگ " عمارہ " بن الولید بن مغیرہ نامی مکّہ کے خوبصورت ترین نوجوان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ابو طالبؑ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی شکایت و دھمکیوں کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے بولے۔ " اے ابو طالبؑ ! ولید کا بیٹا ایک خوبصورت و عقلمند نوجوان ہے اور شاعر و سخنور بھی ہے۔ ہم لوگ اس بات کے لئے آمادہ ہیں کہ اسے آپ کے حوالے کریں تاکہ آپ اسے اپنا بیٹا بنائیں اور اپنے بھتیجے کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔ ان کی اس بات سے ابو طالبؑ کی غیرت کو بڑی ٹھیس لگی۔ ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور انتہائی غم وغصّہ کی حالت میں ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم لوگ میرے ساتھ انتہائی بد اخلاقی کا معاملہ کر رہے ہو۔ میں اپنے دامن میں تمہارے بیٹے کی تربیت کروں اور اپنے فرزند و پارۂ جگر کو تمہارے حوالے کر دوں تاکہ تم لوگ اسے جان سے مار ڈالو۔ خدا کی قسم یہ ہرگز ممکن نہیں ہے " مطعم بن عدی نے ان لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا " اے ابو طالب! قریش کی تجویز انتہائی منصفانہ تھی لیکن تم اسے ہرگز قبول نہ کرو گے " ابو طالبؑ نے جواب " تو نے ہرگز انصاف سے کام نہیں لیا اور مجھے بخوبی علم ہے کہ میری ذلّت کا خواہاں ہے اور قریش کو میرے خلاف بغاوت کرنے کے لئے آمادہ کر رہا ہے لیکن مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے تیرا جو جی چاہے وہ کر لے "

قریش پیغمبرؐ کو لالچ دیتے ہیں:

قریش پوری طرح مطمئن ہو گئے کہ ابو طالبؑ کو راضی کرنا ممکن نہیں ہے اگرچہ وہ اسلام کا اظہار نہیں

کرتے ہیں لیکن بباطن وہ اپنے بھتیجے کے سلسلے میں حیرت انگیز و غیر معمولی عشق و ایمان کے حامل ہیں۔ پس ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں ان سے کبھی کوئی گفتگو نہ کریں۔ ان لوگوں کو ایک نئی ترکیب سوجھی کہ عہدہ و منصب، مال و دولت، تحفہ و ہدیہ اور ماہر و پری پیکر لڑکیوں کے ذریعہ پیغمبرؐ کو لالچ دیں تاکہ وہ اپنی دعوت سے دستبردار ہو جائیں چنانچہ وہ لوگ ایک جماعت کی شکل میں ابو طالبؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت پیغمبرؐ ابو طالبؑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس جماعت کے ترجمان کی حیثیت سے ایک آدمی نے یہ کہنا شروع کیا " اے ابو طالبؑ! محمدؐ نے متحد جماعت کو منتشر کر دیا، ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا، ہماری عقل اور ہمارے بتوں کا مذاق اڑایا۔ اگر وہ اپنی غریبی و مفلسی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں تو ہم لوگ مال و دولت کا انبار ان کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ اعلیٰ عہدہ و منصب کے خواہاں ہوں تو ہم انہیں اپنا حاکم تسلیم کر لیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کے علاج کے لئے نامور ترین طبیب فراہم کر دیں.....

ابو طالبؑ نے پیغمبرؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

تمہاری قوم کے سردار و بڑے لوگ تم سے یہ مطالبہ کرنے آئے ہیں کہ تم بتوں کی عیب جوئی سے دستبردار ہو جاؤ۔ تاکہ وہ لوگ بھی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں۔ پیغمبرؐ نے اپنے چچا سے کہا کہ میں ان لوگوں سے کچھ نہیں چاہتا ہوں اور فقط یہ کہتا ہوں کہ ان چار تجاویز کے درمیان میری صرف ایک بات مان لیں تاکہ اس کے سایہ میں پورے عرب پر حکومت کریں اور غیر عرب کو اپنا پیرو بنا لیں " یہ سنتے ہی ابو جہل نے کہا " ہم لوگ تمہاری بات سننے کے لئے دس بار آمادہ ہیں۔ تم اپنی بات بیان کرو۔ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ پروردگار عالم کی وحدانیت و یکتائی کو تسلیم کر لو " پیغمبرؐ کی یہ بات ان لوگوں کو قطعی اچھی نہ لگی اور ان لوگوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے گرم دیگ پر ٹھنڈا پانی انڈیل دیا جائے۔ اس گفتگو کے بعد ان لوگوں پر ناامیدی اور مایوسی طاری ہو گئی چنانچہ قدرے خاموشی کے بعد وہ لوگ یہ کہنے لگے کہ ۳۶۰ خداؤں کو چھوڑ دیں اور خدائے واحد کی پرستش کریں؟ "

غرضکہ قریش انتہائی غم و غصہ کے عالم میں ابو طالبؑ کے گھر سے باہر نکل آئے۔ غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور تمام لوگ غور و فکر میں غرق نظر آ رہے تھے مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں اسی واقعہ کی نشاندہی کی گئی ہے

وَعَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ ۖ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا سَاحِرٌ
كَذَّابٌ ﴿٤﴾ أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾
وَانطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ
يُرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾

قریش کی اذیتوں کا نمونہ:

جب پیغمبرؐ نے اپنی خاموشی کی مہر توڑی اور اپنے

اس ارشاد گرامی سے ان لوگوں کو مایوس کر دیا کہ خدا کی قسم اگر آپ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج رکھدیں اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھدیں تو بھی میں اپنے مقصد الٰہی مشن سے دستبردار نہ ہوں گا تا وقتیکہ خداوند عالم ہمارے دین کو رواج عام عطا کر دے یا میں اس پر اپنی جان نچھاور کر دوں۔" اس کے بعد ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ پیغمبرؐ ان کی کسی تجویز کو قبول نہ کریں گے۔ اس جواب کے بعد پیغمبرؐ اکرم کی زندگی کے المناک ابواب کی شروعات ہو گئی کیونکہ اس سے قبل قریش ہر گفتگو کے موقع پر ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور ہر موقع پر غیر معمولی متانت و سنجیدگی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھ لیا کہ ان کے تمام اصلاح طلبانہ منصوبے نقش بر آب ہو گئے تو وہ اپنی راہ و روش میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے مجبور ہو گئے اور جس قیمت پر ممکن ہو "محمدؐ" کے مذہب کے اثر و رسوخ کو بڑھنے نہ دیں۔ ان لوگوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ تمسخر و استہزا، آزار و اذیت اور ڈر و دھمکی جیسے وسائل کا استعمال کرتے ہوئے محمدؐ کے مشن کو آگے نہ بڑھنے دیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایک ایسے مرد مصلح کو، جو ساری دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا خیال رکھتا ہو، ہر قسم کے رنج و مصائب اور جسمانی و روحانی صدمات کے مقابلے میں غیر معمولی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ آہستہ آہستہ وہ تمام مشکلات پر کامیابی حاصل کر لے واضح رہے کہ دیگر مصلح افراد کی راہ و روش بھی یہی رہی ہے۔ قریش نے پیغمبرؐ اکرم کو کیسے خوفناک مصائب کا شکار بنایا اس کی ایک مختصر سی جھلک حاضر خدمت ہے تاکہ اس بات کا اندازہ کیا جا سکے کہ پیغمبرؐ نے کس صبر و تحمل کے ساتھ ان مصائب کا سامنا کیا ہے۔

ایمان و ثبات قدم اور صبر و تحمل جیسے روحانی و معنوی اسباب و عوامل کے علاوہ پیغمبرؐ اکرم کو اپنی

حفاظت کے سلسلے میں بنی ہاشم بالخصوص ابو طالبؑ کی حمایت کا بھی سہارا تھا کیونکہ جیسے ہی ابو طالبؑ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش نے ان کے بھتیجے کو اذیت پہونچانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو انہوں نے بنی ہاشم کے تمام لوگوں کو طلب کیا اور کہا کہ تم سبھی لوگوں کو محمدؐ کی حفاظت کرنی ہے۔ انہیں سے کچھ لوگوں نے اپنے ایمان و اعتقاد کی وجہ سے اور کچھ نے اپنی رشتہ داری کی بنیاد پر ان کی حفاظت و حمایت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ان لوگوں میں سے فقط "ابولہب" اور دیگر دو آدمیوں نے، جن کا ذکر دشمنان رسول خدا کی فہرست میں کیا جائے گا، ابو طالب کی بات نہیں مانی۔

بہر حال، بنی ہاشم کا یہ حفاظتی دستہ پیغمبرؐ کو مختلف نوع ناپسندیدہ و المناک حوادث سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔ جب کبھی کفار قریش پیغمبرؐ کو تنہا دیکھتے تھے انہیں ہر ممکن اذیت پہونچانے سے باز نہیں آتے تھے۔ ذیل میں ان اذیتوں کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایک دن ابو جہل نے رسول خدا کو صفا میں دیکھا تو انہیں برا بھلا کہا اور اذیت بھی پہونچائی۔ رسولؐ اکرم اس سے کچھ نہیں بولے اور اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے۔ ابو جہل بھی خانہ کعبہ کے قریب جمع ہونے والے کفار قریش کی طرف روانہ ہو گیا۔ پیغمبرؐ کے چچا و برادر رضاعی حضرت حمزہ اسی روز شکار سے واپس آئے تھے۔ انکا معمول تھا کہ شکار سے واپسی کے بعد اپنے بچوں اور رشتہ داروں سے ملنے سے پہلے وہ خانہ کعبہ کی زیارت و طواف کے لئے جایا کرتے تھے اور خانہ کعبہ کے ارد گرد ہونے والے اجتماعات میں شریک ہوتے تھے اور لوگوں سے باقاعدہ سلام و دعا میں لگے رہتے تھے۔

وہ اس روز ان مراسم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے۔ اتفاقاً عبد اللہ بن جدعان کی کنیز، جس کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا، ان کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ "اے ابو عمارہ! (حضرت حمزہ کی کنیت ہے) کاش آپ کچھ دیر پہلے اس جگہ آ گئے ہوتے اور جو واقعہ میں نے دیکھا ہے اسے آپ بھی دیکھتے کہ ابو جہل نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیسی بدسلوکی کی اور انہیں کیسی سخت اذیت بھی پہونچائی۔" اس کنیز کی گفتگو سے حضرت حمزہ بہت رنجیدہ و متاثر ہو جاتے ہیں اور انجام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ ابو جہل سے اپنے بھتیجے کا انتقام لیں گے۔

لہٰذا وہ اسی راستے سے واپس ہو گئے اور ابو جہل کو قریش کے درمیان کھڑا دیکھا۔ انہوں نے کسی سے کچھ کہے بغیر اپنی شکاری کمان ابو جہل کے سر پر اتنی زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اس کے بعد کہنے لگے: تم ان (پیغمبرؐ) کو برا کہتے ہو اور میں ان پر ایمان لا چکا ہوں اور ان کی بتائی ہوئی راہ ہدایت پر گامزن ہوں۔ اگر طاقت ہو تو مجھ سے جنگ کرو۔"

اس موقع پر "قبیلہ بنی مخزوم" کے کچھ لوگ ابو جہل

(باقی صفحہ ۵۷ پر)

تاریخ ولادت (۱۳ رجب) کی مناسبت سے ہدیۂ تبریک کے ساتھ

حضرت علی علیہ السلام

قتل علی فی محرابہ لشدۃ عدلہ۔
یعنی حضرت علی علیہ السلام محراب عبادت میں اپنے شدت انصاف کی وجہ سے قتل ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام حضرت ابو طالب کے فرزند ہیں جو ہجرت سے ۲۳ سال قبل اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی والدہ گرامی کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ انہوں نے ۱۳ رجب بروز جمعہ خانہ کعبہ میں ولادت پائی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام چھ برس تک اپنے والد کے گھر میں رہے۔ اس کے بعد مکہ میں قحط و خشک سالی کی وجہ سے ابو طالبؑ غیر معمولی اقتصادی مشکلات سے دوچار ہو گئے۔ اس امر میں بھی حکمت و مصلحت خداوندی شامل تھی کہ حضرت علیؑ پروردۂ آغوش رسالت ہو جائیں۔ حضرت علیؑ حضرت پیغمبرؐ کی تربیت کے سایہ میں اپنی پوری حیات میں کبھی بھی بتوں کے سامنے تواضع و خاکساری نہیں کی اور وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے رسول اکرمؐ کی رسالت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا اور تقریباً سات برس تک پیغمبرؐ کے گھر میں ان کے ہمراہ زندگی بسر کی یہاں تک کہ پیغمبرؐ کی بعثت کا زمانہ آگیا اور اعلان رسالت کے بعد وہ دل وجان سے پیغمبرؐ کے ساتھ لگے رہے۔

حضرت علیؑ جیسے مرد کامل اور اسوۂ تقویٰ و جہاد کے بارے میں جس قدر لکھا جائے وہ کم ہے اور قارئین کرام بخوبی واقف ہیں کہ اس سے قبل ان کی شخصیت اور حالات زندگی کے سلسلے میں ماہنامہ راہ اسلام میں مختلف مقالات شائع کئے جا چکے ہیں۔ سردست یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو گلستان نہج البلاغہ کے ان گلہائے علم و معرفت کی طرف متوجہ کیا جائے جن کی وجہ سے اس کتاب کو عربی زبان و ادبیات کے فصیح و بلیغ ترین مجموعہ مقالات کا درجہ حاصل ہے۔ واضح رہے کہ حضرت علیؑ کے خطبات، مکاتبات اور مواعظ پر مشتمل اس کتاب کو قرآن و احادیث رسولؐ کے بعد دنیائے علم و معرفت میں عظیم الشان حیثیت حاصل ہے۔

انسان!!؟

عدم و نیستی کے وحشتناک بیابان میں ایک سرگرداں مسافر ایک طولانی و تاریک راہ اختیار کرتے ہوئے آہستہ آہستہ دنیا کی طرف چل پڑا تھا۔

کبھی وہ شیرہ کی طرح نباتات کی رگوں میں جاری ہو جاتا تھا اور کبھی حیوانات کے خون و گوشت سے سرچشمہ اختیار کرتے ہوئے دودھ کی طرح باریک رگ نہروں میں اپنا راستہ بنا لیتا تھا تاوقتیکہ وہ پستان کی خلیج میں ڈھلک جاتا تھا۔ آخرکار اس نے قطرۂ آب کی حیثیت اختیار کر لی جس کو نطفہ کہتے ہیں اور جنسی خواہشات کے ہیجان کے نتیجے میں وہ مرد کی کمر سے عورت کے شکم میں منتقل ہو گیا اور جس طرح کسان کے ہاتھوں بیج زمین کے قلب میں دفن ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح وہ رحم مادر کے پردوں میں چھپ کر روز موعود کا انتظار کرنے لگا۔

یہ عجیب و غریب راہ وجود و عدم کے درمیان موجود سایہ کی طرح ہر چیز سے زیادہ مشابہ تھی۔ اس نے اس تھکا دینے والے دشوار سفر کے دوران کیا کچھ نہیں جھیلا اور کیسے کیسے سنسان علاقوں سے نہیں گزرا۔ نو مہینے تک وہ رحم مادر کا مہمان اور امعاء و احشا کا پڑوسی رہا۔ خون تھا، آہستہ آہستہ اس نے گوشت کی صورت اختیار کی، رفتہ رفتہ ڈھانچے میں تبدیل ہوا اور آفرینش کے انجینئر نے اس کے جسم پر خطوط تیار کئے تاکہ جاتے وقت اس کے پاس آنکھ کان اور ہاتھ پیر ہو جائیں۔ رات گذری اور دن آگیا اور آخرکار اس نے اپنی زندگی میں انقلاب و دباؤ محسوس کیا اور

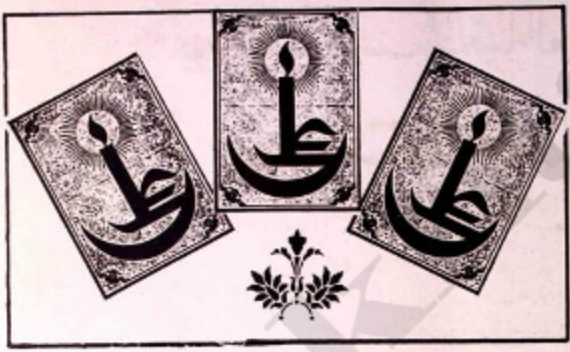

بیہوش ہوگیا۔

اچانک اس کی کمزور و تھکی ہوئی آنکھیں ایسے شور و غل کے ماحول میں کھلیں جہاں سب لوگ ہنس رہے تھے اور اظہار مسرت کے لئے تالیاں بجاتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ جی ہاں! وہ اب دنیا میں آچکا تھا۔

پتہ نہیں کہ اس اولین مرحلہ میں اس نے ایسی کونسی خوفناک چیز دیکھ لی تھی کہ خوشی کے اس ماحول میں وہ اس طرح زار و قطار گریہ کرنے لگا۔ جیسے موسم بہار کا بادل برس رہا ہو ٹھیک اسی وقت جب اس مسافر نے ابہام آمیز دنیا سے مملکت وجود کی طرف روانگی اختیار کی تھی ایک رنگین بال و پر کا پروانہ بھی بہشت کے آشیانہ سے سفر کے لئے روانہ ہوا تھا اور آسمان سے زمین کی طرف نزول کے لئے مائل ہوا تھا۔ وہ خوبصورت و آہستہ پرواز پرندہ، جو فرشتوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا، ستاروں کے پھول پر بیٹھا کرتا تھا اور شمع ابدیت کے ارد گرد چکر لگاتا تھا، حکم خداوندی کے بموجب آسمان کے سبز چمن اور آفتاب و ماہتاب کی روشن قندیلوں سے جدا ہو کر اپنے مجہول مقصد کے پیچھے پرواز کرنے لگا۔

یہ دونوں ہمسفر، جسم اور سایہ کی طرح آگے پیچھے دنیا میں آگئے اور بغیر دیکھے ہوئے ایک دوسرے کے عاشق تھے لیکن پہلی ملاقات ہی میں ایک دوسرے سے بخوبی آشنا ہوگئے اور دونوں میں ایسی محبت ہوگئی کہ یہ اس کی آغوش میں اور وہ اس کے دل میں پہونچ گیا۔

دھیرے دھیرے اس نومولود کو دنیا کا یہ خوفناک چہرہ خوبصورت و دلکش نظر آنے لگا۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا تھا اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس ماحول سے وہ غیر معمولی لگاؤ رکھتا ہے۔

یہاں تک کہ نوبت یہ آگئی کہ اس نے اپنی محبوب و پسندیدہ دنیا پر سب کچھ قربان کردیا۔

ارے واہ! انسان کتنی عجیب مخلوق ہے۔

دستگاہ آفرینش نے دنیا میں انسان سے زیادہ حیرت انگیز کوئی چیز نہیں بھیجی۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا ہے چھوٹے اور کمسن بچوں کے ساتھ رہتا ہے کیونکہ کسی وجہ کے بغیر وہ خوش دل اور بے وجہ آزردہ و رنجیدہ ہوا کرتا ہے۔

کبھی وہ افراط کے ساتھ آگے جاتا ہے اور کبھی تفریط کی وجہ سے پیچھے آجاتا ہے اور اگر پر امید ہوا تو حرص و طمع بڑھ جاتی ہے اور اگر مایوس ہوا تو شدت افسوس کی وجہ سے اپنی جان گنوا دیتا ہے۔

اس قدر غضبناک ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو فوری طور پر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور اس قدر خوشحال ہوجاتا ہے کہ وہ ہدایت کو بالکل بھول جاتا ہے۔

اور خوف کی حالت میں وہ اس قدر کمزور و عاجز ہے کہ اپنے سائے سے بھی پرہیز کرتا ہے اور محفوظ صورتحال میں وہ اندھوں کی طرح نابودی کے کنویں میں کود جاتا ہے۔

مصیبت کے عالم میں وہ نہایت بے صبر و کم طاقت ہے اور جب وہ عیش و عشرت کی منزل میں آتا ہے تو وہ دنیا کو ایک لمحہ سمجھنے لگتا ہے۔

اگر وہ ایک دن بھوکا رہ گیا تو کمزوری سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے اور دسترخوان پر اتنا کھالیتا ہے کہ گرانی شکم و کسالت کی وجہ سے اسے اپنی جگہ سے ہلنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔

جی ہاں! وہ ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار نظر آتا ہے اور اس عالم فطرت میں اسے معتدل اور با ارادہ مخلوق کی حیثیت سے کم ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

وہ کمزور و بے سہارا بچہ جو کل گہوارہ میں ماں یا محافظ کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا اور مچھر و مکھی کے سامنے بھی بالکل عاجز و ناتواں نظر آتا تھا اور انسان کے خون سے تیار ہونے والے دودھ کے علاوہ کوئی دوسری غذا ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا وہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ

(باقی صہ ۱۶ پر)

عالمی یوم خواتین

یوم ولادت سیدۃ النساء العالمین

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

مسلمانان عالم کو مبارک ہو

[illegible]

پیغمبر عظیم الشان کے صلب اور صاحب عظمت و فضیلت خاتون حضرت خدیجہ کبریٰ کے بطن مبارک سے دنیائے بشریت کا وہ تابناک ستارہ درخشاں ہوا جس کی شان میں سورۂ "انا اعطینٰک الکوثر" نازل ہوا۔ پیغمبر کی آغوش میں اس کی پرورش ہوئی اور باپ کی زبان سے نکلنے والی "ام ابیہا" و "فاطمۃ بضعۃ منی" کی لوریاں برابر ان کے کانوں سے ٹکراتی رہیں۔ اس کے بعد اپنے کفو حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ شادی کا فیض حاصل کیا اور اپنی پاک و پاکیزہ آغوش میں عرش الٰہی کے دو گوشواروں کی پرورش کا کام انجام دیا۔ اور اس کی شان میں نازل ہونے والی آیت تطہیر (سورۂ احزاب ۳۳) ایفاء نذر و تیم و اسیر و مسکین کے لئے طعام کی فراہمی پر نازل ہونے والے سورۂ دہر (آیت ۷ سے ۱۰)، آیۂ مباہلہ (سورہ آل عمران ۔ ۵۵)، کلمات اللہ (سورہ بقرہ ۔ ۳۷ و ۱۳۷)، آیۂ مودت فی القربیٰ (شوریٰ ۲۳) اور آیہ امانت الٰہی (احزاب ۷۲) نے اس کی عظمت و بزرگی کو پوری طرح نمایاں کر دیا اور حدیث سفینہ و ثقلین و حب و ولا نے اس کے مرتبہ کو عرش الٰہی تک پہونچا دیا۔ اور پیغمبر اسلام نے اس کی شان میں ارشاد فرمایا: "من احب ھؤلاء یعنی الحسن والحسین و فاطمۃ و علیا فقد احبنی ومن ابغضھم فقد ابغضنی۔" اور ارشاد فرمایا: "فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی۔" اور ارشاد فرمایا: "اول شخص یدخل الجنۃ فاطمۃ بنت محمدؐ" اور ارشاد فرمایا: "من آمن بھا فقد نجی ومن لم یؤمن بھا فقد ھلک۔"

جی ہاں! علم اللہ میں مخزون و مکنون وہ نور، صدیقہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ و ذخیرۃ اللہ ایسی عظیم خاتون تھیں کہ شادی کی رات اپنا پیراہن سائل کو دے دیا اور اپنے گھر کا فرش فقیر کے حوالے کر دیا اور اپنا گلوبند بھی سائل کو بخش دیا۔ وہ فاطمہؑ جو محراب عبادت میں مریم تھیں اور میدان سخن و امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے شوہر حضرت علیؑ کے لہجے میں کلام کرتی تھیں، وہ تاحیات چکی پیستی اور جملہ امور خانہ انجام دیتی رہیں اور گھر در دے ہاتھوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں وہ دنیا کی تمام مسلمان عورتوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں اور مسلمان خواتین کو یہ درس دیتی ہیں کہ ان کی طرح زندگی بسر کریں ان کی طرح گفتگو کریں اور ان کی طرح زینبؑ و حسنؑ و حسینؑ کی پرورش کریں تاکہ جب تک انسان اس دنیا میں موجود ہے وہ لوگ بھی درخشاں رہیں اور دنیا کو بھی منور بنا دیں۔ ہماری عورتوں کو چاہیئے کہ اس اسوۂ حسنہ پر فخر کریں کیونکہ ان لوگوں نے مکمل ایثار پر مشتمل حضرت فاطمہؑ کی زندگی کو نمونۂ عمل بنا رکھا ہے۔

> فاطمہؑ جو محراب عبادت میں مریم تھیں
> اور میدان سخن و امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے
> شوہر حضرت علیؑ کے لہجے میں کلام کرتی تھیں، وہ
> تاحیات چکی پیستی اور جملہ امور خانہ انجام دیتی
> رہیں اور گھر در دے ہاتھوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

امید کی جاتی ہے کہ اس اسوۂ ایمان و ایثار و استقامت کی حقیقی پیروی کرنے والوں کی جانب سے منعقد کئے جانے والے یہ جلسے زیادہ سے زیادہ مفید و کارآمد ثابت ہونگے اور مذہب اسلام کی اس عظیم و عدیم المثال شخصیت کی حقیقی شناخت اور ہندوستانی خواتین کی ترقی کا باعث قرار پائیں گے۔

ارشادات

امام خمینی (رح) کی روشنی میں خواتین کی عظمت

۱۔ آج اسلامی جمہوریہ ایران میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ذاتی فلاح وبہبود اور قومی تعمیر و ترقی کے کام میں ہمہ تن سرگرم ہیں۔ درحقیقت آزاد مرد اور آزاد عورت کا اصلی مفہوم بھی یہی ہے جبکہ شاہ معدوم کے دور حکومت میں قید، لوٹ کھسوٹ، دہشت گردی اور مصائب و آلام کو آزادی کہا جاتا تھا۔

۲۔ آپ تمام شیر دل خواتین پر خداوند عالم کی رحمت نازل ہو کیونکہ آپ کی بلند ہمتی نے اسلام کو بیرونی طاقتوں کے چنگل سے نجات دلادی۔

۳۔ خداوند عالم ان ماؤں پر اپنی رحمت نازل فرمائے جنہوں نے حق کے دفاع کے لئے اپنے نوجوانوں کو میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا اور آج اپنے نوجوانوں کی شہادت پر فخر کر رہی ہیں۔

۴۔ آج عورتیں ملک وملت کی تعمیر و ترقی کی راہ میں مردوں کے شانہ بہ شانہ ہمہ تن سرگرم عمل ہیں۔

۵۔ ہماری عورتوں نے اپنی انقلابی سرگرمیوں کے ذریعہ تاریخ اسلام میں خواتین کی انقلابی تحریکوں کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔

۶۔ انسانی معاشرہ میں عورت اہم اور نمایاں کردار کی حامل ہے۔ عورت انسانی خواہشات کے عملی جامہ پہننے کی دلیل ہے۔ عورت عظیم خواتین و صاحب کردار مردوں کی پرورش کرتی ہے اور عورت کے دامن صاحب عظمت مردوں اور عورتوں کی تربیت گاہ ہے۔

یوم ولادت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

آپ کا اسم مبارک محمد اور لقب باقر یا باقر العلوم ہے کیونکہ آپ نے دریائے علم کو شگافتہ اور اسرار علوم کو نمایاں کر دیا۔ اس کے علاوہ انہیں شاکر و صابر اور ہادی جیسے القاب سے بھی یاد کیا گیا ہے اور انہیں سے ہر لقب آپ کی ذاتی صفات کا ترجمان ہے۔

آپ کی کنیت ابو جعفر ہے اور آپ کی والدہ گرامی امام حسنؑ کی بیٹی ہیں۔ پس والدہ کی طرف سے آپ سبط اکبر حضرت امام حسنؑ اور والد کی طرف سے حضرت امام حسینؑ سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام سید الساجدین، امام زین العابدین علی بن الحسینؑ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کا زمانہ امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات کے بعد ۹۵ ہجری سے شروع ہوا اور ۱۱۴ھ یعنی ۱۹ سال اور چند مہینوں تک جاری رہا۔ آپ کی اور آپ کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کا زمانہ مختلف النوع سیاسی تبدیلیوں کا زمانہ تھا مثلاً اموی حکومت کا زوال، عباسی دور حکومت کا آغاز اور ابو سلمہ خلال و ابو مسلم خراسانی وغیرہ کی سرگرمیاں۔

یوم ولادت حضرت محمد تقی علیہ السلام

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ۱۹۵ھ میں مدینہ میں ولادت پائی۔ آپ کا اسم مبارک محمد المعروف بہ جواد و تقی ہے۔ اس کے علاوہ رضی و متقی جیسے القاب سے بھی انہیں یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام سبیکہ یا خیزران ہے۔ والد کے وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً آٹھ برس کی تھی۔ ماہ صفر ۲۰۳ھ کے اواخر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد امت کی قیادت و امامت کی ذمہ داری جواد الائمہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے سنبھالی تھی۔

اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرح امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنی مختصر سی زندگی رنج و مصائب اور مظلومیت کے سایہ میں بسر کی اور دشمنوں نے اس نور ایمان و ہدایت کو زیادہ عرصہ تک روشن نہ رہنے دیا اور آخر کار ۲۲۰ھ میں ماہ ذیقعدہ کے اواخر میں وہ اس سرائے فانی سے عالم باقی کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کا مقبرہ مطہر کاظمیہ یا کاظمین میں کے جد موسیٰ بن جعفر کی قبر کے عقب میں ہے۔

ارشادات عالیہ:-

۱۔ خداوند عالم پر ایمان و اعتقاد ہر بیش قیمت چیز کی قیمت اور ہر عظمت و بلندی کا سیڑھی اسید ہے۔

۲۔ نادان آدمی کی دوستی سے پرہیز کرو کیونکہ وہ ایک کھلی ہوئی تلوار کی طرح ہے۔ جو دیکھنے میں اچھی لگتی ہے لیکن اس کے نتائج خراب اور خطرناک ہیں۔

۳۔ مومن کی عزت لوگوں کے سامنے اپنی محتاجی کو بیان نہ کرنے میں ہے۔

علیہ السلام

ارشادات امام محمد باقرؑ

۱۔ اسلام اپنے پانچ مستحکم ستونوں پر قائم ہے۔ نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ و ولایت۔ جب لوگوں نے ولایت کی وضاحت کا مطالبہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ولایت مسلمانوں کے امور میں نظم و نظام کے قیام کا ذریعہ ہے۔

۲۔ مصیبتوں اور ناپسندیدہ حادثوں کو دور کرنے کے لئے دعا سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

۳۔ سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھوں کو لوگوں کے عیوب پر جمائے رکھے اور اپنے عیوب کو نظر انداز کر دے، لوگوں کو ایسے کام کا حکم دے جنہیں انجام دینے میں وہ خود عاجز و ناتواں ہے۔ اور اپنے حاجتمند دوست کی مدد کے بجائے اسے تکلیف پہونچائے۔

یوم ولادت حضرت امام محمد باقر اور ولادت حضرت امام محمد تقی علیہما السلام دنیا کے تمام محبانِ اہلبیتؑ کو مبارک ہو۔

کشکول

اسرار حق، انوار حق

پیغمبر اسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ تین لوگ ایسے ہیں جن کی صحبت و ہم نشینی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

۱۔ اوباش لوگوں کی ہم نشینی، ۲۔ عورتوں سے مسلسل گفتگو ۳۔ دولتمندوں کی دوستی۔

(تحفۃ العقول صہ)

پہلے پڑوسی پھر گھر:

امام مجتبیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے بچپن میں میں ایک رات بیدار رہا ور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا (س) کو نماز شب میں مشغول دیکھتا رہا۔ جب ن کی نماز ختم ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایک مسلمان کا نام لیکر اس کے لئے عا کر رہی ہیں لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ انھوں نے اپنے لئے کوئی دعا نہیں گی۔ دوسرے دن میں نے ان سے پوچھا: "والدہ گرامی! آپ نے تمام لوگوں کے لئے دعا مانگی لیکن خود اپنے لئے کوئی دعا کیوں نہیں مانگی؟" انھوں نے ارشاد رمایا: "یا بنی الجار ثم الدار" یعنی میرے بیٹے! پہلے پڑوسی اور پھر خود ن ذات ہے۔

(داستان داستان)

رسولِ مقبول ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتہ بڑی خوشی سے ایک بندۂ خدا کے عمل اوپر لے جاتا ہے لیکن خداوند عالم، ان اعمال کے سلسلے میں جنہیں وہ حسنات کی ل میں لے گیا تھا، یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ان اعمال کو سجین (گنہگاروں کے اعمال رجسٹر) میں ڈال دو کیونکہ اس آدمی نے یہ اعمال میرے لئے نہیں کئے ہیں۔

(اصول کافی جلد سوم صہ ۴۰۲)

صبر و تحمل:

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں۔ مصیبت کے وقت صبر، اطاعت پر صبر اور گناہ سے صبر۔

(کافی جلد ۲ صہ ۹۱)

صعصعہ بن صوحان کی نصیحت:

صعصعہ بن صوحان امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ایسے مخصوص صحابی ہیں جس نے آنحضرتؑ کے مکتب میں تربیت پائی ہے۔ ایک بار ان کا بھتیجہ ان کے پاس آیا اور اپنا درد دل بیان کرنے لگا۔

صعصعہ نے کہا: "تیری طرح میں بھی ایک کمزور آدمی ہوں۔ تو اپنی شکایت ایسی بارگاہ میں کیوں نہیں کرتا جس کے پاس ہر درد کی دوا ہو؟ درحقیقت شفا عطا کرنے والا وہ ہے۔

میں تیرا چچا ہوں۔ تیس سال پہلے میں اپنی ایک آنکھ سے محروم ہو گیا لیکن ابھی میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سے بھی نہیں کیا ہے۔

(راز گوئی و قرآن صہ ۳۹)

مناجات کی لذت:

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ میں اپنے شہوت پرست بندہ کے حق میں سب سے زیادہ آسان کام یہ انجام دیتا ہوں کہ اس کو اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔

(حقائق ملا محسن فیض کاشانی صہ ۵۶۸)

مُردوں کا سننا:

جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور بعض سردارانِ قریش کے قتل کے بعد سپاہیانِ اسلام نے ان کی لاشوں کو بدر کے قریب ہی واقع ایک کنویں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد رسولِ مقبولؐ نے کنویں کے اندر جھانک کر ان مُردوں کو اس طرح خطاب کیا۔ "خداوند عالم نے ہم لوگوں سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے پورا ہوگیا۔ کیا تم لوگوں نے بھی وعدہ الٰہی کو سچا پایا؟" بعض اصحاب کہنے لگے یارسول اللہ! آپ تو مردوں سے خطاب کر رہے ہیں؟! کیا یہ لوگ آپ کی بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا "اب ان کے سننے کی صلاحیت آپ لوگوں سے زیادہ ہے۔"

(زندگی جاوید از پروفیسر مطہری)

ریاکاری:

ایک دن پیغمبر اکرمؐ کو لوگوں نے روتا ہوا دیکھا۔ جب لوگوں نے سببِ گریہ دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ "میں امت کے لئے شرک سے ڈرتا ہوں اگرچہ وہ لوگ بت اور آفتاب و ماہتاب کی پرستش نہیں کرتے ہیں لیکن اپنے اعمال کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ریا و مکاری سے کام لیتے ہیں۔

(شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص ۱۶۹)

تقویٰ و پرہیزگاری:

چاہے تم اتنی نماز پڑھو کہ زمین میں لگے ہوئے کھونٹے کی طرح ہر وقت حالتِ نماز میں کھڑے رہو اور چاہے روزہ کی کثرت کی وجہ سے تمہارا جسم بالکل لاغر ہو جائے۔ خداوند عالم تمہارے ان اعمال کو قبول نہیں کرتا ہے تاوقتیکہ تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو جو تمہیں گناہوں سے دور رکھتی ہے۔

(دررالامالی ص ۲۳۵)

عاجزی وانکساری:

جب کبھی کسی منکسر المزاج آدمی کو دیکھو تو اس کے ساتھ عاجزی و خاکساری کے ساتھ پیش آؤ اور اگر مغرور لوگوں سے واسطہ پڑے تو ان کے ساتھ غرور آمیز برتاؤ رکھو تاکہ ان لوگوں کی ذلت و حقارت لوگوں پر نمایاں ہو جائے۔

(کیمیائے سعادت جلد دوم ص ۲۵۱)

دورانِ نماز حضورِ قلب کی اہمیت:

ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو حالتِ نماز میں اس طرح دیکھا کہ ان کی ردا دوشِ مبارک سے زمین پر آگئی لیکن انہوں نے اسے نماز تمام کئے بغیر نہیں اٹھایا۔ میں نے پوچھا کہ نماز کے دوران آپ نے اپنی ردا ٹھیک کیوں نہیں کرلی؟ کہنے لگے "جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ بندہ کی نماز قبولیت کا درجہ نہیں حاصل کرسکتی تاوقتیکہ وہ دورانِ نماز حضورِ قلب بھی رکھتا ہو۔" میں نے کہا۔ یا امام ہم لوگ تو کہیں کے نہ رہے آخر ہماری اب تک کی نمازوں کا کیا حال ہوا ہوگا؟ ارشاد فرمایا "نہیں، خداوند عالم تمہاری نافلہ نمازوں سے اس کی تلافی کردے گا۔"

سلام کی فضیلت:

منقول ہے کہ بعض اصحاب یہ چاہتے تھے کہ رسولِ مقبولؐ کو ان سے پہلے سلام کیا کریں چنانچہ وہ لوگ دیوار کے پیچھے چھپ جایا کرتے تھے تاکہ جیسے ہی رسولِ خدا ان کے قریب آئیں وہ انہیں سلام عرض کردیں لیکن پیغمبرؐ ارشاد فرماتے تھے کہ "اے دیوار کے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھیو! السلام علیکم۔"

چودہ ؟ ایک انعامی مقابلہ

برادران و خواہران اسلام — سلام علیکم

آپ لوگوں کو یہ معلوم ہو کر یقیناً خوشی ہوگی کہ اپنے نوجوان ساتھیوں کی دینی لگن اور مذہبی دلچسپیوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ماہنامہ نوائے اسلام نے اپنے گذشتہ شماروں میں چودہ سوال۔ انعامی مقابلے کا جو پروگرام شروع کیا تھا وہ بحمد اللہ آج بھی جاری ہے۔ ذیل میں پوچھے گئے چودہ سوالوں کے صحیح جواب لکھنے والوں کو مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے۔ انعامات کی رقم یقیناً مختصر ہے مگر اصل مقصد اسلامی معلومات میں دلچسپی رکھنے والے بھائیوں اور بہنوں کی حوصلہ افزائی مقصود ہے۔ صحیح جواب ارسال کرنے کی آخری تاریخ ۱۵ فروری ۱۹۹۱ء ہے واضح رہے کہ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات کو مقابلے میں شامل نہیں کیا جا سکے گا۔ ادارہ کا فیصلہ حتمی اور آخری ہوگا۔ اگر صحیح جوابات کی تعداد زیادہ ہوئی تو فیصلے کے لئے قرعہ اندازی کا سہارا لیا جائے گا۔ خداوند عالم سب لوگوں کو علم دین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انعامات:

پہلا انعام: ایک کتاب، مبلغ سو روپے نقد | دوسرا انعام: ایک کتاب، مبلغ پچھتر روپے نقد | تیسرا انعام: ایک کتاب، مبلغ پچاس روپے نقد

کیا آپ جانتے ہیں؟

۱۔ مندرجہ ذیل آیت قرآن مجید کے کس سورہ کی کونسی آیت ہے اور اس کا ترجمہ و شان نزول کیا ہے؟
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

۲۔ مندرجہ ذیل عبارت قرآن مجید کے پارہ ۲۹ میں کس سورہ کی کن آیات کا ترجمہ ہے؟ اور یہ آیات کس موقع پر نازل ہوئی تھیں؟
"اور اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں، اور کہتے ہیں ہم تو تم کو بس خالص خدا کے لئے کھلاتے ہیں، ہم نہ تم سے بدلے کے خواستگار ہیں نہ شکر گزاری کے۔"

۳۔ اُمّ ابیہا (باپ کی ماں) کس کا لقب ہے؟ اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

۴۔ مولود کعبہ کس کو اور کیوں کہا جاتا ہے؟ اس مولود کی تاریخ تولد بھی لکھئے۔

۵۔ ۹ سال سے کم عمر کی زوجہ، زن یائسہ اور حاملہ عورت کی طلاق کی عدت کتنی ہوتی ہے؟

۶۔ جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت کون سی چیزیں مستحب ہیں؟

۷۔ کس شہر میں واقع ہیں:

۱۔ مزار حضرت پیغمبر اسلامؐ	قم
۲۔ بہشت زہرا	مکہ
۳۔ جنت البقیع	تہران
۴۔ جنت المعلی	آگرہ
۵۔ مزار حضرت امام رضا علیہ السلام	مدینہ
۶۔ مزار حضرت نوراللہ شوستریؒ	طوس

۸۔ کس کا قول ہے؟

۱۔ خداوند عالم حسن اخلاق کے لئے اپنے بندہ کو جو ثواب عطا کرتا ہے، وہ اس آدمی کے ثواب کے برابر ہے جو صبح و شام خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔
(اشارہ۔ کشکول)

۲۔ زوجہ جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے گویا اس نے خدا کے حق کو ادا نہیں کیا.... ہوا و ہوس کے غلام مرد سماج کے لئے باعث ذلت ہیں۔
(اشارہ۔ اسلام کی عظیم خاتون)

۳۔ جب مقصد اعلیٰ ہوتا ہے تو زندگی اور موت علاحدہ چیزیں نہیں ہوتی، یہاں زندہ رہ جانا مرنا ہوتا ہے اور مرجانا "زندگی" ہوتی ہے۔
(اشارہ۔ انٹرویو)

۴۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے کو آدمی بنائیں۔ انسان کامل بن جائیں اور دشمنان اسلام کے "ذلیل منصوبوں کا مقابلہ کریں۔"
(اشارہ۔ جہاد اکبر)

۵۔ شیر کی ایک لمحہ زندگی گیدڑ کی صد سالہ حیات سے بہتر ہے۔
(اشارہ۔ ریاست مسعود)

۹۔ فلسطین پر اسرائیلیوں کے غاصبانہ قبضہ سے قبل کس ملک کی حکومت تھی؟

۱۰۔ آل سعود کے غاصبانہ قبضہ سے قبل سعودی عرب

(باقی ص۶۱ پر)

شمارہ ۸۳

ماہنامہ "راہِ اسلام"

صحیح جواب

"ماہنامہ

"راہِ اسلام"

کے شمارہ ۸۰ میں

پوچھے گئے سوالات کا

جواب حاضرِ خدمت ہے

انعامی مقابلے میں شرکت

کرنے والوں سے التماس

ہے کہ سوالوں کا جواب

مختصر لکھا کریں۔

"ادارہ"

۱۔ مذکورہ آیت قرآن مجید کے سورہ نساء کی آیت ۷۶ ہے۔ اس کا مطلب ہے:

"ایمان والے تو خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے مرتے ہیں پس (مسلمانو!) تم شیطان کے ہوا خواہوں سے لڑو (اور کچھ پرواہ نہ کرو) کیونکہ شیطان کا داؤ تو بہت بودا ہے۔"

۲۔ قرآن مجید میں ایسی سیکڑوں آیات ہیں جس میں صالح اور پُرامن معاشرے کے قیام کی خاطر جہاد وقتال کی طرف رغبت دلائی گئی ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل دو آیات بھی ہیں۔

۱۔ اور ان سے لڑے جاؤ یہاں تک کہ فتنہ وفساد باقی نہ رہے اور صرف خدا ہی کا دین رہ جائے، پھر اگر وہ لوگ باز رہیں تو ان پر زیادتی نہ کرو کیونکہ ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی اچھی نہیں۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۹۳)

۲۔ اور (مسلمانو!) تم کو کیا ہوگیا ہے کہ خدا کی راہ میں ان کمزور، بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کو کفار کے پنجے سے چھڑانے کے لئے جہاد نہیں کرتے، جو حالت مجبوری میں خدا سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے کسی طرح اس بستی سے جس کے باشندے بڑے ظالم ہیں، ہمیں نکال اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا سرپرست بنا اور تو خود ہی کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار بنا۔

(سورہ نساء آیت ۷۵)

۳۔ ۱۔ اگر میت کے وارث چند لڑکے اور چند لڑکیاں ہوں تو مال اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر لڑکا، لڑکی کے دو برابر لے گا، مثلاً ۳ بیٹے ۲ بیٹیاں ہیں تو کل مال کے ۸ حصہ کرکے ۳ لڑکوں میں برابر تقسیم کئے جائیں گے اور تین حصوں کو ۲ لڑکیوں میں تقسیم کیا جائےگا۔

۲۔ پوتی اپنے باپ کا حصہ لے گی اور نواسی اپنی ماں کا۔ یعنی کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے دو حصے پوتی کو اور ایک حصہ نواسے کو دیا جائے گا۔

۳۔ کل مال کے دس حصے کئے جائیں گے۔ ۴ حصے دونوں بھائیوں کو اور ۶ حصے تینوں بہنوں کو دیئے جائیں گے۔

۴۔ اگر میت کا وارث دادا، دادی، اور نانا، نانی ہوں تو مال تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک حصہ نانا، نانی کو ملے گا جسے وہ دونوں برابر بانٹ لیں گے اور دو حصے دادا دادی کو ملیں گے لیکن انہیں دادا کو دادی کا دوگنا حصہ ملے گا۔

۵۔ اگر دو چچا ایک پھوپی ہو تو مال پانچ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک حصہ پھوپی کو چار حصے چچوں کو اور چچے آپس میں برابر تقسیم کر لیں گے۔

۴۔ حلال گوشت جانوروں کی مندرجہ ذیل ۱۵ چیزیں حرام ہیں:

۱۔ خون ۲۔ فضلہ ۳۔ آلۂ تناسل ۴۔ مادہ کا مقام پیشاب ۵۔ بچہ دانی اور بنا بر احتیاط واجب جفت ۶۔ وہ غدودیں کہ جنہیں ڈھول کہتے ہیں۔ ۷۔ خصیتین ۸۔ وہ چیز جو کہ کھوپڑی میں چنے کی دانوں کی مانند ہے ۹۔ حرام مغز جو کہ ریڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتے ہیں۔ ۱۰۔ وہ پٹھے جو کہ ریڑھ کی ہڈی کے دونوں طرف ہوتے ہیں۔ ۱۱۔ پتہ ۱۲۔ تلی ۱۳۔ مثانہ ۱۴۔ آنکھ کا ڈھیلا ۱۵۔ وہ چیز جو کہ سموں کے درمیان ہوتی ہے اور اسے ذات الاشاجع کہتے ہیں۔

۵۔ ۱۔ کوفہ میں حضرت زینبؑ نے اسیروں کا تماشہ دیکھنے کے لئے آئی ہوئی عورتوں سے

اُن کے مردوں کے بارے میں کہا۔

۲۔ رسول خدا نے محبان اہلبیتؑ کے بارے میں اپنی دختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔

۳۔ عمر سعد نے کربلا کے میدان میں لشکر شام و کوفہ کو مخاطب کر کے جنگ کے آغاز کا اعلان تیر پھینکتے ہوئے یہ جملے کہہ کر کیا۔

۴۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت علی اکبرؑ کو رخصت کرتے وقت خدا کو مخاطب کرتے ہوئے یہ جملہ بیان فرمایا۔

۵۔ جب بشیر نے شہادت امام حسینؑ کی خبر مدینہ میں پہنچائی تو حضرت ام البنینؑ نے حضرت ابوالفضل العباسؑ اور ان کے بھائیوں کے بارے میں بیان فرمایا۔

۶۔ جناب منہال نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کثرت گریہ کا اصل محرک جاننے کے لئے سوال کیا تھا۔

۶۔ ۱۔ حضرت زینب ۲۔ حضرت فاطمہ زہرا ۳۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ ۴۔ حضرت مسلم بن عقیل ۵۔ حضرت علیؑ ۶۔ حضرت زینب (س)

۷۔ مذکورہ کتاب جسمیں یزید ملعون کو امیرالمومنین کہہ کر اس کی مدح و ستائش کی گئی ہے، عربی زبان میں ہے اور سعودی عرب کے اسکولوں کی نصابی کتاب ہے اسے سعودی عرب کے سرکاری مطبوعاتی ادارے نے شائع کیا ہے۔

۸۔ امام خمینیؒ :۔ ہم لوگوں کو امام حسینؑ پر گریہ کرنا چاہیئے اور مکتب حسینی کی حفاظت کے لئے ہمیں منبروں سے مظلومیت امام حسینؑ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ تمام اسلامی تحریکیں امام حسینؑ کی مرہون منت ہیں۔

۲۔ ہمیں پوری طاقت سے تمام اسلامی شعار بالخصوص عزاداری امام حسینؑ کو زندہ رکھنا چاہیئے، کیونکہ اس کو زندہ رکھنے سے اسلام زندہ ہوتا ہے، واقعہ کربلا اسلام کو تازگی اور نئی زندگی عطا کرتا ہے۔

آیت اللہ خامنہ ای :۔ عزاداری امام حسینؑ جہاں احساسات و جذبات کو غمزدہ کر کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری کر دیتی ہے، وہیں یہ، توحید و نبوت و امامت و قیامت جیسے اعتقادی حقائق و معارف کے سمندروں، دینی تعبیروں اور ولولہ انگیز جوانمردی اخلاقی، عرفانی، انفرادی، سماجی، سیاسی، دنیاوی اور اخروی قدروں نیز معارف اسلامی کے عمیق و وسیع پہلوؤں کو بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

۲۔ امام حسینؑ کی عزاداری اور آن پر گریہ و ماتم کا ایک انتہائی اہم نکتہ فطری و طبعی طور پر مظلوم کا طرفدار ہوتا ہے۔

۹۔ (واحد) انتخاب = (جمع)۔ انتخابات، انتخاب ہا۔
(واحد) معلم = (جمع)۔ معلمین، معلمان، معلم ہا۔
(جمع) مومنین = (واحد)۔ مومن
(واحد) ناشر = (جمع)۔ ناشرین، ناشران، ناشرہا۔
(واحد) کاغذ = (جمع)۔ کاغذات، کاغذہا۔
(واحد) دست = (جمع)۔ دستہا۔
(واحد) خرگوش = (جمع)۔ خرگوش ہا۔
(جمع) اسبان = (واحد) اسب۔

۱۰۔ اسلامی جمہوری ایران کے مرکزی صوبہ کا مرکز "اراک" ہے۔ اس صوبے میں ۹ قصبات ۱۷ ضلاع ۲۴ قریات اور ۱۵۹۳ دیہات ہیں۔

۱۱۔ عراقی حملہ سے قبل مذکورہ تینوں ملکوں کی آبادی و فوجی نفری مندرجہ ذیل تھی۔

	کویت	عراق	سعودی عرب
آبادی	۱۹ لاکھ	ایک کروڑ ۳۰ لاکھ	ایک کروڑ ۵۵ لاکھ
فوجی نفری	۲۰ ہزار چھ سو	دس لاکھ	۶۵ ہزار سات سو

۱۲۔ حالیہ ایرانی زلزلے میں تقریباً ایک لاکھ افراد جاں بحق تسلیم ہوئے اور تقریباً ۲ لاکھ زخمی یا بے خانماں برباد ہوگئے۔

۱۳۔ نیلسن منڈیلا جنوبی افریقہ کے ہردلعزیز لیڈر ہیں۔ جنوبی افریقہ پر قابض چند سو برطانوی گوروں نے انہیں تقریباً ۲۵ سال تک قیدی بنائے رکھا، لیکن اس لیڈر نے انگریزوں کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ آخرکار جنوبی افریقہ کو آزادی حاصل ہو گئی۔ حکومت ہند نے انہیں اپنا سب سے بڑا اعزاز "بھارت رتن" عطا کیا ہے۔

(باقی صفحہ ۵۵ پر)

بقیہ: پیغام وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی

میری نظر میں ہندوستانی و ایرانی دانشوروں کا یہ اجتماع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میری دلی خواہش تھی کہ اس علمی و ادبی محفل سے غیر حاضر نہ رہتا اگرچہ قلباً میں آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔
بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس ہزارۂ شاہنامہ فردوسی سیمنار کو اس کے ادبی و ثقافتی مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

سید محمد خاتمی

صحیفۂ نور

امریکی اسلام اور اسلام محمدی کی حد بندی

واضح رہے کہ اپنی مجاہدانہ زندگی کے دوران امام خمینی رضوان اللہ علیہ ہمیشہ حقیقی اسلام کی شناخت و پیروی پر زور دیتے رہے لیکن اپنی حیات کے آخری دو تین برسوں میں وہ کسی نہ کسی بہانے سے ملت اسلامیہ کو اس بات کی طرف بار بار متوجہ کر رہے تھے کہ امریکی اسلام اور حقیقی اسلام محمدی کی حد بندی لازمی ہے۔ ان کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اسلام کو دشمنوں سے نہیں بلکہ منافقوں سے خطرہ ہے اور دشمن طرح طرح کے اسلام کی ایجاد کے ذریعہ مسلمانوں کو حقیقی اسلام کی معرفت و پیروی سے عاجز و درماندہ کر دینا چاہتا ہے اور یہ ایسا خطرہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو خوفناک نابودی سے دوچار کر سکتا ہے لہٰذا اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

ذیل میں امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی تقریروں سے وہ اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جنہیں انہوں نے امریکی اسلام اور اسلام محمدی کی حد بندی کی طرف متوجہ کیا ہے۔

آرام طلب لوگوں کا اسلام:

صدر اسلام سے لیکر ابتک دو طریقے رائج رہے ہیں۔ ایک طریقہ ان آرام طلب لوگوں سے وابستہ رہا ہے جن کی ہر ممکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ کچھ ہاتھ آجائے، اسے کھائیں اور سو جائیں۔ اس جماعت سے تعلق رکھنے والے مسلمان خدا کی عبادت بھی کیا کرتے تھے لیکن ان کی آرام طلبی تمام چیزوں پر مقدم تھی اور صدر اسلام میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نہ تھی اور یہ سلسلہ ابتک جاری

ہے۔

اسلامی تحریک کے ابتدائی مراحل میں ہمیں اس قسم کے لوگ دکھائی دیتے ہیں جو آرام طلبی کو دوسری تمام چیزوں پر مقدم سمجھتے تھے۔ یہ محض اس بات کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے کہ نماز پڑھ لیں، روزہ رکھ لیں، اور اپنے گھر میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں اور اگر انہیں کچھ اخراجی افراد ہوئے تو غیبت کرتے رہے۔ یہ لوگ عبادت خداوندی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد غیبت اور تہمت جیسے کام میں لگ جایا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ معاشرہ میں ایک جماعت ایسے لوگوں کی تھی جن کا خیال تھا کہ اس چند روزہ زندگی میں خوب آرام کر لیں اور اپنے گھر میں بیٹھ کر خدا کی عبادت بھی کرتے رہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کو فقط نماز روزہ جیسی چند عبادتوں کا مجموعہ بنا رکھا تھا اور ان عبادتوں کے علاوہ دیگر اسلامی احکام و فرائض کے بارے میں ان لوگوں کو نہ صحیح معلومات تھیں اور نہ وہ ان فرائض کی اہمیت کے قائل تھے۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ گھر میں بیٹھ کر حالات کا نظارہ کریں اور دوسروں کے کام پر نکتہ چینی کرتے رہیں۔ اسلامی تحریک کا ابتدائی دور تھا جب اس جماعت کے ایک ممتاز آدمی نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایرانی عوام تو بالکل پاگل ہو گئے ہیں۔ محمد رضا کا مقابلہ کرنا اور ظلم سے ٹکرانا اس آدمی کی نظر میں دیوانگی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جب اس ممتاز آدمی نے ایک تاجر کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ جناب جن لوگوں کو آپ دیوانہ بتا رہے ہیں انہیں فلاں فلاں لوگ بھی شامل ہیں اور انہیں سے بعض تو شہادت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ تاجر کی بات کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا کہ ان کی شہادت بھی ان کی دیوانگی کی علامت ہے کیونکہ کوئی عقل مند آدمی برستی ہوئی گولیوں میں اس طرح نہیں کود پڑتا۔ بعد میں جب اس ممتاز آدمی کے کردار کا خفیہ دستاویز ساواک کی فائلوں سے برآمد ہوا تو پتہ چلا کہ جس وقت ہمارے نوجوان سڑکوں پر شہادت کا استقبال کر رہے تھے اس وقت اس ممتاز رہنما نے محمد رضا کی سلامتی کے لئے اس کے پاس ایک قیمتی انگوٹھی روانہ کی تھی۔ یہ جماعت ایسے لوگوں پر مشتمل نظر آتی

ان لوگوں نے اسلام کو فقط نماز و روزہ جیسی چند عبادتوں کا مجموعہ بنا رکھا تھا اور ان عبادتوں کے بارے میں ان لوگوں کو نہ صحیح معلومات تھیں اور نہ وہ ان فرائض کی اہمیت کے قائل تھے۔

ہے جن کے بارے میں حضرت امیر ارشاد فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی ہمت اور ان کا حوصلہ ہی ان کا چارہ ہے۔ یہ ان حیوانات کی طرح ہیں جو ہر قیمت پر اپنا پیٹ بھرا رکھنا چاہتے ہیں اور اپنی شہوت و نفسانی خواہش کو مقدم قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں اور دیگر شرعی عبادتوں میں بھی مصروف رہتے ہیں لیکن ان کا طرز فکر کچھ ایسی ہی ہے۔

ان کے علاوہ ایک دوسری جماعت بھی نظر آتی ہے جس میں انبیاء علیہم السلام اور عظیم الشان اولیاء بھی شامل رہے ہیں۔ اس جماعت کے لوگ اپنی پوری زندگی ظلم و ناانصافی کے خلاف مسلسل جدوجہد و نبرد آزمائی میں بسر کرتے رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگر سید الشہداء سلام اللہ علیہ نے اپنے دور کے مقدس نما حضرات کی فکری راہ و روش سے کام لیا ہوتا تو پھر انہیں رسول مقبول (ص) کے جوار میں عبادت الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے تھا۔ اگر ان کی طرز فکر یہ ہوتی تو پھر کربلا رونما نہ ہوتی بلکہ وہ فقط آرام طلبی، معاشرہ سے علیحدگی اور دعا و ذکر الٰہی سے سروکار رکھتے۔ لیکن ان کے سوچنے کا انداز بالکل مختلف تھا۔ اگر ہمارے آئمہ علیہم السلام نے اپنے دور کے ظالموں سے موافقت کر لی ہوتی تو ان کے احترام میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا کیونکہ خلفائے وقت ان کا ہر ممکن تعاون کرنے کیلئے آمادہ تھے اور فقط یہ مطالبہ کرتے تھے کہ وہ دعوت حق سے دستبردار ہو جائیں۔ اگر ان لوگوں نے بھی یہی راہ و روش اختیار کر لی ہوتی تو پھر آج ظلم سے ٹکرانے والے مذہب کا وجود نہ ہوتا۔

اس عظیم اسلامی تحریک کے دوران میں ایسے بے شمار لوگوں سے متعارف ہوا جو بڑے نمازی و پرہیزگار اور معتبر افراد تھے لیکن جب شاہی سلامتی تنظیم نے پہلا حملہ کیا اور کچھ لوگوں کو مصائب و مظالم

کا نشانہ بنایا تو ان لوگوں نے فوری طور پر آرام طلبی اختیار کر لی اور جد و جہد کی راہ سے کنارہ کش ہو گئے اور انہیں سے بعض لوگوں نے خاموشی کے ساتھ تنظیم کی حمایت شروع کر دی۔

● جو لوگ اپنے عالیشان اور پرسکون محلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان مصائب و مظالم سے کوسوں دور رہے ہیں جو پابرہنہ اور پسماندہ لوگوں نے انقلاب کے تحفظ کی راہ میں جھیلے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظلم کی بھڑکتی ہوئی آگ کی آنچ سے بھی اپنے آپ کو دور رکھا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو اہم ذمہ داریوں سے دور رکھنا چاہیئے کیونکہ اگر انہیں اہم اور کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی تو ہو سکتا ہے اپنی آرام طلبی کے لئے یہ انقلاب کو فروخت کر ڈالیں اور ملت اسلامیہ کی زحمتوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی گرانقدر نعمت کو تباہ و برباد کر ڈالیں کیونکہ ان لوگوں کو جد و جہد کی گہرائی کا کوئی اندازہ نہیں ہے اور ان لوگوں نے خدا دشمن نظام کے ہاتھوں ملت کے شگفتہ سروں کو ہرگز نہیں دیکھا ہے اور ان لوگوں نے ان خوفناک مصائب و آلام کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا جن کا مجاہدین اسلام نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور انہیں اس بیقراری و تڑپ کا قطعی اندازہ نہیں ہے جو موت اور ظلم کی نابودی کے لئے مجاہدوں کے دلوں میں موجزن تھی۔

● بعثت سے بستر مرگ یا بستر شہادت کے درمیان کے دوران رسول اکرمؐ کی جملہ سرگرمیاں جنگ و دفاع سے وابستہ رہی ہیں۔ اگر کوئی آدمی امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی زندگی کا مشاہدہ کرے تو ان کی زندگی بھی خدا اور احکام خداوندی کی راہ میں مسلسل جہاد سے وابستہ رہی ہے اور اسی طرح جملہ ائمہ علیہم السلام کی زندگی بھی جہاد سے جڑی رہی ہے لیکن سید الشہداء علیہم السلام کا جہاد غیر معمولی شہرت و اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اگر سید الشہداء علیہ السلام کا انداز فکر اپنے دور کے بعض مقدس نما لوگوں جیسا ہی ہوتا تو کربلا رونما نہ ہوتی اور فقط آرام طلبی، معاشرہ سے علیحدگی اور دعا و ذکر ہی رہ جاتا ....

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سر دست ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ کیا موجودہ حالات میں ہم اس راہ اسلام اور راہ و روش انبیاء علیہم السلام سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے فقط آرام طلبی کو اپنی زندگی کا شعار بنالیں اور چند روزہ حیوانی زندگی کو قائم رکھیں؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ ہمارے اور حیوانات کے درمیان کوئی فرق نہ رہ جائے؟

● ● ●

بقیہ:
اتحاد بین المسلمین

ہٹ دھرمی کی بات چھڑ جاتی ہے۔ اس سے زیادہ ظلم نصیبی اور نگوں بختی مسلمانوں کی کیا ہوگی کہ ہم دینی تعلیم کا مشترک نصاب بھی تیار نہیں کر پا رہے ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ جغرافیائی، نسلی، لسانی عصبیتوں سے اوپر اٹھ کر اسلام کے حبل متین کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اتحاد بین المسلمین، خواہش کرنے یا خواب دیکھنے سے وجود میں نہیں آئے گا۔ اس کے لئے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اور جرأت کے ساتھ سخت فیصلے کرنے ہوں گے۔ ذہنوں سے بہت سے موروثی جالے جھڑانے جائیں گے، معتقدات اور مفروضات پر نظر ثانی کی جائے گی، خیالات اور افکار اور ذہنی ورثہ کو الٹ پلٹ کرنے سرے سے دیکھا جائے گا۔ زمانہ سے پیچھے رہنے کا کوئی جواز ہے ہی نہیں۔ بنیادی دینی اور اخلاقی عقائد پر ثابت قدم رہتے ہوئے ہمیں زمانہ کے قدموں سے قدم ملا کر چلنا ہے۔ ذہن کو فرسودگی، تن آسانی اور مُرغ بہ ماتمی ہونے سے بچانا ہے۔ ہمیں وہ ذہن درکار ہیں، جو زمانہ کی تیز رفتاری کا ساتھ دے سکیں، مستقبل کی آہٹوں کو سن سکیں، اس کے مطالبات کو پورا کر سکیں۔

بہت سے فروعی مسائل میں داد و ستد کے اصول برتے جائیں گے۔ استدلال اور استنباط اور استخراج کے طریقے تحت ترمیم آئیں گے۔ قیاس کہتا ہے کہ افراد میں اس تبدیلی کو اندازاً دو پیڑھیاں درکار ہوں گی اور ملت کو کم سے کم ایک صدی۔ کام بہت دشوار ہے، راہ بہت سنگلاخ، بظاہر کامیابی کی امید مبہم۔ لیکن کام کرنے کا یہی ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ کو تقوی، توحید تعلیم، اخوت اور انصاف کے ذریعہ متحد کر دینا۔ حکومتیں تو سیاسی مصلحتوں کو بالا رکھتی ہیں۔ اتحاد کی یہ تحریک عوام سے شروع ہوتی چاہیئے اور ان میں پھیلنی چاہیئے۔ یاد رکھیئے کہ اتحاد بین المسلمین انحطاط، جمود، جہالت، شدت اور بے حرکتی کے بطن سے پیدا نہیں ہوگا۔ یہ پیدا ہوگا کاوش، رفعت، حرکت، جستجو، رواداری، علم اور آرزو کی کوکھ سے۔

بقیہ: اہم خبریں ص ۹ سے آگے

پروفیسر ڈاکٹر محمود کی ولادت بمقام شہر تہران سنہ [illegible]ء میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم شہر بیروت میں شروع کی جہاں انہوں نے مدارس عالیہ سے تحصیل علم کے بعد کالج اور فرانس کے قائم کردہ مختلف دانشکدوں میں زیر تعلیم رہ کر مختلف شعبوں میں مدارج طے کئے۔ اور بالآخر علم طبیعیات (فزکس) میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری پیرس کے دانشکدہ سوربن سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

فتنۂ شرک و بدعت اور

اتحاد اسلامی

از :
مہدی الرضوی
گوپالپور (بہار)

۲۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حضرت پیغمبر خدا نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک قبر سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے حضرت نے فرمایا صاحب قبر کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ اور ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ مومن کو اذیت دینا اس کی موت کے بعد مثل اذیت دینے کے ہے اس کی زندگی میں اور یہی انھوں نے مومن کو ایذا پہنچانے سے ممانعت کی ہے۔

اور سورۂ نساء آیت ۹۵ میں قتل مومن کی سزا میں آیا ہے

۳۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

یعنی جو شخص کسی مومن کو عمداً (بغیر استحقاق) قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیگا اور خدا اس پر غضب ناک ہے اور اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔

اور مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر کتاب خدا ملائکہ حشر و نشر پر ایمان رکھتا ہو اور عمل صالح بجا لاتا ہو اور خلق خدا پر ظلم و تعدی نہ کرتا ہو۔ یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ ظالم کا مومن ہونا امر محال سے ہے اسلئے کہ ظلم سے اللہ اور اسکے رسولؐ کو ایذا پہنچی ہے اور اللہ اس کے رسولؐ کو ایذا پہنچانے والا جہنمی ہے اور اس پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی لعنت ہے مذکورہ بالا شہادتوں سے یہ امر بھی واضح ہو چکا ہے کہ بعد ممات بھی مومن کی توہین اسطرح ممنوع ہے جسطرح کہ اسکی زندگی میں ممنوع ہے اسلئے کہ اس سے اسکی روح کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں فریاد کرتی ہے۔

اسلام میں کفار و مشرکین کو بھی جینے اور اپنی پسند کا دین اختیار کرنے کا حق دیا گیا ہے اور بغیر استحقاق (قصاص) کسی کافر و مشرک کو بھی قتل کرنا حرام ہے اور غلطی سے قتل کی بھی بھاری دیت ہے۔ محمد بن عبد الوہاب نے اسلام کے دور اوّل کی بعض تاریخی غلطیوں (مثلاً خلیفۂ اوّل کے حکم سے مالک بن نویرہ صحابی رسولؐ اور ان کے اعوان و انصار کا قتل اور جنگ حرّہ) کو ڈھال بنا کر اپنے لئے یہ بات تجویز کرلی کہ وہ بھی ایک مجتہد ہے اور اسے بھی نظریاتی اختلاف کی بنا پر لوگوں کو مشرک و کافر قرار دینے اور صلح پسند اور بے قصور لوگوں کو تہہ تیغ کرنے کا حق حاصل ہے اس لئے کہ اس کے پیشروؤں نے بھی ایسا کیا ہے۔ اس کا مقصد درحقیقت دیار اسلامی میں خلفشار برپا کر کے برطانوی سامراج کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا اور حکومت حاصل کرنا تھا۔ اس لئے اس نے تاریخ اسلام کے ہر اس منفی پہلو اور دور معاویہ میں وضع کی گئی ہر اس جعلی حدیث کو اپنے اغراض و افکار کی تائید و توسیع کے لئے اختیار کر لیا جو اس کے اور اس کے سامراجی آقاؤں کے منصوبوں کے لئے مفید تھے۔ مثلاً۔

۱۔ وہ بات بات پر کہا کرتا تھا پیغمبر خدا نے صرف کتاب اور سنت کو ناقابل تغیر اصول بنا کر ہمارے لئے پیش کیا ہے اور کبھی یہ نہیں کہا کہ صحابۂ کرام اور آئمۂ دین کے فرمودات اصل اور وحی منزل ہیں لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف کتاب و سنت کی پیروی کریں۔ علماء آئمۂ اربعہ حتیٰ کہ صحابہ کی رائے خواہ کچھ بھی ہو ہمیں ان

سے اتفاق و اختلاف پر اپنے دین کو استوار نہیں کرنا ہے۔

۲۔ قرآن کی بابت اس کا عقیدہ تھا کہ اس کی لفظی تعبیر ہی اصل مقصود ہے اور لفظوں سے الگ ہٹ کر آیات کی تاویل مردود ہے، اور جن لوگوں نے ایسا کیا ہے غلط کیا ہے۔ ان کا ایسا کرنا قرآن میں تحریف کے مترادف ہے۔ اس نے اپنی رائے سے معانی و مفہوم کلام الٰہی اخذ کئے اور اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت کی۔ اس نے تقلید کو ناجائز قرار دے دیا۔ چنانچہ اس کے دور میں "تفسیر بالرائے" کا بازار گرم ہو گیا اور لوگ علی العموم شارع کے احکام اور حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے لگے جس کے نتیجے میں نظریاتی افراتفری پھیل گئی۔

۳۔ احادیث کی بابت اس کا نظریہ یہ تھا کہ ہم صرف انھیں حدیثوں کو قبول کریں گے جن کی تائید قرآن کرتا ہے اور ان تمام حدیثوں کو دریا برد کر دینا چاہیئے جو قرآن پر منطبق نہیں ہوتیں۔ یہ نظریہ تو بڑا معقول تھا لیکن اس کے پیچھے تفسیر بالرائے کی بدعنوانی بھی شامل تھی جو اس نظریہ کے ہدف حقیقی کا جنازہ نکال دیتی تھی مثلاً قرآن میں یہودیوں کے باطل عقائد کے ذکر میں ایک جگہ آیا ہے۔ یدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (یعنی اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) چنانچہ احادیث میں اللہ کے ہاتھ پیر تک تلاش کئے جانے لگے اور اس ضمن میں اس بات پر قطعی دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس سے اسلام کے متفقہ نظریۂ توحید (کہ اللہ جسم و جسمانیات سے مبرّا ہے) پر کیسی کاری ضرب لگتی ہے اور بُت پرستوں کو کس قدر تقویت پہنچے گی۔ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایسی ضعیف و مجہول و جعلی

حدیثوں کو جمع کیا گیا اور انھیں احادیث پر محمد بن عبدالوہاب اور اس کے پیشرو ابن تیمیہ و ابن قیم کے پسندیدہ دین کی عمارت کھڑی کی گئی اور جس نے ان نظریات سے اختلاف کیا اسے کافر و مرتد قرار دے دیا گیا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے "محمد تم جیسے انسان ہیں اس فرق کے ساتھ کہ ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے" اور پھر یہ کہ "محمد سوا رسول کے اور کچھ نہیں" بس کیا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے ان آیتوں سے تنقیص رسالت کے وہ وہ نکتے پیدا کئے جس نے اس کے ایمان و ایقان کی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔ ان قرآنی آیتوں کو ڈھال بنا کر اس نے خاصانِ خدا (یعنی انبیاء و مرسلین، شہداء و صدیقین) کی فضیلتوں سے متعلق تمام احادیث سے انکار کر دیا اور اپنی بابت یہاں تک خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ ایک شخص نے جب اس سے سوال کیا کہ "تم نے یہ دین کس سے حاصل کیا؟" تو جواب دیا کہ "وحی الہام سے، جیسی کہ وحی الہام حضرت خضرؑ پر ہوتی تھی" یہ

سن کر سوال کرنے والا مبہوت رہ گیا اور کہا "اگر وحی الہام کا دروازہ کھلا ہے تو اس کی تمہارے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ ہر شخص ایک نیا دین لے کر اٹھ سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ اس کو یہ دین وحی الہام سے حاصل ہوا ہے" یہ کھلا ہوا "وہم نبوت" ہے جو اس شخص کو اپنی بابت ہو گیا تھا اور جس پر وہ یقین رکھتا تھا اپنے استادِ حقیقی ابلیس عزازیل ہی کی مانند۔ یہ اس کی کھلی ہوئی کم ظرفی اور کم علمی کی دلیل ہے کہ ایک طرف تو وہ محمدؐ عربی کی شریعت پر عامل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسری طرف اپنی نبوت کا وہم لئے بیٹھا ہے۔

بہر حال اس کا دین جاہلوں اور منافقین کے درمیان تو چل سکتا تھا (اور چلا بھی) اللہ اور رسولؐ کی معرفت رکھنے والوں کے سامنے اس کا کوئی نظریہ تا قیامت قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

محمد بن عبدالوہاب کی گمراہی کا اصل سبب سَلَفِ صالحین کے طریقوں اور علمائے سابقین کی تفسیر و تاویل سے انحراف ہے۔ وہ ایک جدت پسند اور آزاد خیال انسان تھا۔ اس کی ایک خوبی یہ تھی کہ اس کا ذہن شیعہ سنی تعصب سے پاک تھا اور علمائے اسلام کے آپسی اختلافات اور مناقشے سے اس کو کوئی مطلب نہیں تھا۔ عیب یہ تھا کہ انتہا سے زیادہ خود پسند اور ضدی تھا، بڑی اونچی اڑانیں بھرتا تھا اور جاہ طلبی کا شکار تھا۔ یہ اور یہ تمام اوصاف اتفاق سے وہی ہیں جو ابلیس عزازیل کے تھے۔ نتیجہ بھی اس کا وہی ہوا تھا جو ایسے صفات رکھنے والوں کا ہوتا ہے۔ اس نے ایسے ایسے کفریات و شرکیات کو جنم دیا جن کی مثال تاریخ اسلام میں سوائے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اور کہیں نہیں ملتی، مثلاً (۱) خدا کو اس کی مخلوق کی سطح پر لا کھڑا کرنا۔ (۲) رسولِ خدا کو اپنے عصا سے کم تر مفید قرار دینا۔ (۳) موت کو فنا تصور کرنا (۴) کلمہ گو لوگوں کو مشرک و کافر قرار دے کر قتل کرنا، ان کے مال و عزت کو مثل کفار حربی تصرف میں لانے کو جائز قرار دے دینا، اور (۵) کفار و مشرکین سے مثل ایک جان اور

وہ قالب ہم رشتہ و پیوستہ رہنا اور بظاہر لوگوں کو دکھانے کے لئے ان سے بیزاری ظاہر کرنا۔ المختصر محمد بن عبدالوہاب کا مسلک نہ "توحید" کے موضوع پر اسلامی نظریۂ توحید سے میل کھاتا ہے اور نہ "نبوت و رسالت" کے موضوع پر وہ مخلص ہے۔ اس کے تمام نظریات سے صاف بغاوت اور مطلق انصافی کی بو آتی ہے۔

تفسیر و تاویل کی اہمیت

میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ ابن تیمیہ، ابن قیم یا محمد بن عبدالوہاب تاویل و تفسیر کی ضرورت و اہمیت سے نابلد تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ہوائے نفس نے انھیں جدت پسندی پر ابھارا اور ان کی خود پسندی نے دین میں تحریف کا ایک راستہ تلاش کیا تاکہ وہ دنیا کے سامنے ایک مختلف دین اور اچھوتا نظریہ پیش کر کے لوگوں کے امام بن سکیں۔ چونکہ یہ فتنہ بڑے دور رس اور مہلک نتائج کا حامل ہے اور اس کا ظاہر بڑا خوشنما اور دل کو چھونے والا ہے، اس لئے میں اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ "تاویل" اور "تفسیر" کے معنی اور ان کی ضرورت و اہمیت پر تا حد علم روشنی بھی ڈالتا چلوں تاکہ میرے برادران ایمان حقیقت حال سے واقف رہیں۔ کسی بھی علم کو کما حقہٗ حاصل کرنے اور مفہوم کے صحیح ادراک کے لئے استاذ فن کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن اور حدیث جو کلام الٰہی اور کلام رسولؐ کا مجموعہ ہے انکو سمجھنے کے لئے بھی اساتذۂ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ یہ دین کا معاملہ ہے اور ان علوم کو صحت کے ساتھ سمجھے بغیر آخرت بخیر نہیں ہو سکتی اس لئے صحابہ کرام اور مؤمنین عظام نے ہر زمانہ میں کلام خدا و رسولؐ کی وضاحت سے سمجھنے کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے کلام کی اہمیت کو جس پیمانہ پر محسوس کیا اسی قدر ان لوگوں نے علوم و معارف الٰہیہ پر توجہ دی اور ان کے محفوظ کر لینے میں اسی قدر شوق کا مظاہرہ کیا۔ ہر علم اور ہر ادب میں کچھ تمثیلات، تشبیہات، کچھ محاورے، کچھ مقولے، کچھ استعارات و کنایات ہوتے ہیں جنکے معنی ان کے ظاہری معنی اور مفہوم سے الگ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی الفاظ اور عبارتوں کے حقیقی معنی و مفہوم کو ظاہر کرنے کا نام "تاویل" ہے۔ بالفاظ دیگر کسی جملہ، لفظ یا عبارت کے ظاہری اور لفظی مفہوم سے ہٹ کر اس کے حقیقی معنی کے بیان کو "تاویل" کہتے ہیں۔ اور دقیق و عمیق مفاہیم پر مشتمل عبارتوں کی تشریح و تفصیل کو "تفسیر" کہتے ہیں مثلاً لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ یعنی اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو سے مراد اصلی یہ ہے کہ کوئی ایسی بے سمجھے بوجھے احمقانہ حرکت نہ کرو کہ تم کسی آفت و مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص اپنی گردن خود نہیں مارتا اور نہ سلگتی ہوئی آگ میں دیدہ و دانستہ کودنا پسند کرتا ہے۔ (دوسری مثال) اللہ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا ورآنحالیکہ تو خوب جانتا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے گندھی ہوئی مٹی سے اسے بنایا ہے (اور اس لئے یہ تیرے لئے اور تمام ملائکہ کے لئے قابل احترام تھا)۔ یہاں ہاتھ سے مراد واقعی یہ نہیں ہے کہ اللہ ہم لوگوں کی طرح ہاتھ پیر رکھتا ہے، بلکہ اس سے مراد "اللہ کا دستِ قدرت" ہے جس کی بابت وہ خود فرماتا ہے۔ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی جب میں کسی شئے کا ارادہ کرتا ہوں تو اس سے کہہ دیتا ہوں "ہو جا" بس وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کی اسی قدرت تامہ (جو اسباب و علل کی فراہمی کی محتاج نہیں) کا نام اوسط درجے کے لوگوں کو سمجھانے کے لئے "دستِ خدا" رکھا گیا ہے، ورنہ اللہ کی ذات جسم و جسمانیت نہ رکھتی ہے اور نہ اسے ان کی محتاجی ہے۔ کسی بھی شئے کے ہو جانے کے لئے اس کا ارادہ یا حکم کافی ہے۔ بعض اشیاء کی تخلیق میں اللہ نے کچھ خاص اہتمام کیا ہے اور بقیہ کے لئے کچھ قدریں معین کر کے ان کو ان کی جبلی فطرت پر چھوڑ دیا۔ بعض اس کے فوری احکام کی طابع ہوتی ہیں تو بعض اس کی سنت قرار پاتی ہیں جن میں تغیر نہیں ہوتا۔ بعض احکام اس کے حتمی ہوتے ہیں جنکا واقع ہونا لازمی ہے اور بعض مکتوبی جن میں وہ تغیر و تبدل کا اپنا اختیار محفوظ رکھتا ہے۔ بس ایسے ہی مطالب تفسیر طلب ہوتے ہیں کہ اگر ان کی وضاحت شارع اسلام نے نہ کی ہوتی یا ائمہ اہل بیتؑ نے (جو خزینہ دار علوم مخفی و جلی نبوت تھے) نہ بتا دیا ہوتا تو اصحاب کرام اور علمائے عظام بھی گنگ رہ جاتے۔ اب جن لوگوں نے جس قدر شوق کا مظاہرہ کیا اور نبیؐ اور آل نبیؐ سے تعلق قائم رکھا اس نے اسی قدر علوم خفی و جلی سے حصہ پایا۔ جن لوگوں نے صحبتِ نبوت کا کم موقع پایا یا حصولِ علم سے شغف کا کم مظاہرہ کیا انھیں علوم پر دسترس کم حاصل ہوئی۔ پھر یہ کہ علوم کو دلوں اور کاغذ پر محفوظ کرنے کا جس نے جس قدر التزام کیا اس کی پونجی اسی مقدار سے محفوظ رہ سکی۔ کچھ لوگوں نے بے دلی سے سنا اور اکثر نکات و کلمات بھلا دئے اور جب کسی نے ان سے پوچھا تو اصل کلمات نقل نہیں کر سکے۔ کچھ لوگوں نے سنا اور محفوظ بھی رکھا لیکن سیاسی وجوہات کی بنا پر یا تو اسے چھپائے رکھا یا بیان کرتے میں اسے توڑ مروڑ کر بیان کیا۔ جب علوم تفسیر و حدیث جمع کرنے کا وقت آیا تو اکثر اصحاب رسولؐ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور جامعین کو ثانوی ذرائع (SECONDARY SOURCES) یعنی تابعین اور تبع تابعین پر انحصار کرنا پڑا۔ جب تک زمانہ کافی بدل چکا تھا اور وقت کے تقاضے بھی بدل چکے تھے۔

اسی اثناء شام میں ملوکیت کے بانی امیر معاویہ نے لوگوں کے ایمان کا سودا شروع کر دیا تھا اور دنیا طلب اصحاب و تابعین کی خاصی جماعت اس کام پر مامور ہو چکی تھی کہ بعضوں کے فضائل کو مشکوک کر دیں اور بعضوں کے لئے فضائل و مناقب کا انبار لگائیں۔ چنانچہ حق اور باطل کچھ اس طرح خلط ملط ہو گیا کہ قرآن کو سنت سے سمجھنا معمولی انسان کے لئے تو درکنار، علماء کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گیا۔ ائمہ اہل بیتؑ یا تو گوشہ نشینی پر مجبور ہو گئے یا قید و بند کی مصیبتوں سے دوچار کر دئے گئے۔ عجب افراتفری کا عالم ہو گیا۔ چنانچہ امت کو حق و باطل میں تمیز کے لئے علم کلام، فلسفہ، منطق، رجال وغیرہ جیسے

اصولی علوم وضع کرنے پڑے جس میں فقہائے اسلام کو آلِ محمدؐ کے در پر دستک دینی پڑی۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ کام کا موقع امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملا اور ان معصومین نے علوم کے دریا بہا دئے۔ امام محمدؑ کو "باقر العلوم" (یعنی علوم کا سینہ شگافتہ کر دینے والا) کا لقب اسی نے ملا اور امام جعفرؑ "صادق" (یعنی سچے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اموی دور کے مسلسل جبر و قہر کے باعث اُمتِ محمدیؐ علم و تحقیق سے تقریباً دیوالیہ ہو چکی تھی۔ خلافتِ راشدہ کا زمانہ جمع و ترتیبِ قرآن پر ختم ہو چکا تھا اور اس دور میں صرف اصحابِ علویؑ نے ہی جمعِ احادیث پر کسی قدر توجہ صرف کی۔ اہلِ سنّت کے درمیان احادیث جمع کرنے کا خیال اُموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں آیا۔ خلفائے بنو امیہ میں یہی ایک خلیفہ ایسا ہوا ہے جس نے حق پسندی کا مظاہرہ کیا اور جمعِ احادیث پر خاص توجہ دی۔ لیکن بے چارہ تحقیق و تفتیش میں کوئی کارِ نمایاں انجام نہ دے سکا اس لئے کہ خزینہ دارانِ علم بہت گوشہ نشینی کے دور سے گذر رہے ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے اس سازگار موقع پر اُمت کی دستگیری فرمائی اور طالبانِ حق کی کما حقہٗ رہنمائی فرمائی۔ جن علماء نے بارگاہِ آلِ محمدؐ سے رجوع کیا انھوں نے اپنے ذخیرہ کو تفسیروں کی شکل میں اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑا اور جن لوگوں نے ائمۂ آلِ محمدؐ کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا انھوں نے کہیں اوّل الذکر سے استفادہ کیا اور کہیں تفسیر بالرائے پر عمل کیا یا غیر معتبر وضعی اور ضعیف روایتوں پر مطالب کو محمول کیا۔

محمد بن عبد الوہاب نے اس میدان میں اپنے پیشرو ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تقلید کی جو اہلبیتِ رسالت کے بدترین دشمنوں اور تفسیر بالرائے کرنے والوں کی فہرست میں سرِ فہرست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا یہ کردار خود اپنی جگہ اس بات کا شافی ثبوت ہے کہ انھیں حق کی ترجمانی ہرگز مقصود نہ تھی ورنہ جیسے ذرہ برابر بھی اس کا خیال رہا انھوں نے آلِ رسولؐ کے در پر حاضری ضرور دی یا اس قابلِ اعتماد ذریعہ کو ضرور اختیار کیا۔ ان تمیوں کی طرح تمام علماء و فقہائے اسلام حتیٰ کہ ائمۂ اربعہ (یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) بھی ناقابلِ اعتبار ہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

حوالے:

۱۔ ابن حزم ظاہری اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ): کتاب "الفصل فی الملل والنحل" جزءِ سوم صفحہ ۲۷۰
۲۔ مُلّا سعد تفتازانی: شرح عقائدِ نسفی
۳۔ ابن حزم: کتابِ مذکور
۴۔ حاکم نیشاپوری: "مستدرک" جزءِ چہارم، صفحہ ۲۳۵ و ۳۵۴
امام احمد بن حنبل: "مسند" جزءِ اوّل ص ۹
امام ذہبی: "تلخیصِ مستدرک"
قاضی عیاض: کتاب "شفاء" جزءِ چہارم باب اوّل
امام غزالی: کتاب "احیاء العلوم" جلد دوم۔
۵۔ بعضرے کے "اعتراضات" چھاپہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۴
۶۔ 〃 〃 〃 〃 ص ۳۵

بقیہ: زندگانی پیغمبرِ اسلامؐ

کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن ابوجہل ایک موقع پرست اور سیاسی آدمی تھا اور فوری طور پر کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا کہنے لگا کہ "میں نے محمدؐ کے ساتھ بداخلاقی و گستاخی کی ہے اس لئے حمزہ کی یہ ناراضگی حق بجانب ہے"۔ [1]

حوالے:-

[1] "واللہ یا عماہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی شمالی علی ان ترک هذا الامر حتی یظهره اللہ او اهلک فیه ما ترکته"

[2] سیرہ ابن ہشام جلد اول ص ۲۶۵ - ۲۶۶
[3] لیس ما تسومونني الطوف ابنكم اغذوه لكم واعطيكم ابني تقتلونه؟ تاریخ طبری جلدی جلد ۲ ص ۶۷ و ۶۸ اور سیرہ ابن ہشام جلد اول ص ۲۶۵ و ۲۶۶
[4] يعطوني كلمة يملكون بها العرب ويدين لهم بها غير العرب۔
[5] تشهدون: ان لا اله الا الله۔
[6] ندع ثلاث مأة وستين الها ونعبد الها واحدا؟
[7] تاریخ طبری جلد ۲ ص ۶۷ و ۶۸ و سیرہ ابن ہشام جلد اول ص ۲۹۵ و ۲۹۶
[8] وعجبوا ان جاءهم منذر منهم ..... ان هذا الا اختلاق (ص۔ آیہ ۴ تا ۷)
[9] نضربه بها فشججه ..... على ان استطعت؟
[10] سیرہ ابن ہشام جلد اول ص ۳۱۳، تاریخ طبری جلد دوم ص ۷۲۔

اعلان نتیجہ

شمارہ ۸

اوّل:
محمد باقر رضا
تنظیم المکاتب۔ لکھنؤ (یو۔پی)

دوم:
فصاحت فاطمہ جعفری
سرسی۔ مراد آباد - (یو۔پی)

سوم:
سید معطر حسین
سدو۔ امروہہ (یو۔پی)

بقیہ: تحریف قرآن کی حقیقت؟

"عدم تحریف کے سلسلہ میں اکابر علماء امامیہ کے قول کو نقل کرنے کے بعد عالم اہل سنت جناب رحمۃ اللہ ہندی فرماتے ہیں:

اس سے ظاہر ہوا کہ علماء فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک وہ قرآن جسے اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا تھا وہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے اور لوگوں کے پاس موجود ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانہ میں جمع کیا جا چکا تھا۔"

حوالے:

۱ے مجمع البیان ج ۱ ص ۱۵

۲ے تفسیر صافی ج ۱ ص ۵۔ ماخوذ از شیخ طوسی کی مجمع البیان ج ۱ ص ۱۵

۳ے سعد السعود ص ۱۹۲–۱۹۳، ۸۲، ۹۳

۴ے نفس المصدر ص ۹۳

۵ے تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۵

۶ے الوافی جلد ۵ ص ۲۷۴، علم الیقین ص ۱۳۰

۸ے الشیعہ والسنۃ احسان الٰہی ظہیر ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۶

۹ے البیان ص ۲۱۹

۱۰ے تفسیر آلاء الرحمٰن ص ۲۶

۱۱ے اظہار الحق رحمۃ اللہ ہندی جلد ۲ ص ۱۲۹۔ کتاب افسانۂ تحریف ص ۲۱۹ (فارسی)

۱۲ے الشیعہ والسنۃ ص ۹۳

۱۳ے اظہار الحق جلد ۲ ص ۱۳۰

۱۴ے آلاء الرحمٰن شیخ محمد جواد بلاغی ص ۲۵–۲۶، الصعائب النواصب و اظہار الحق جلد ۲ ص ۱۲۹

۱۵ے آلاء الرحمٰن ص ۱۷، الشیعہ فی المیزان ص ۳۱۴ و برہان روشن ص ۱۴۳ (فارسی)

۱۶ے رد فصل الخطاب قطبی ص ۱۹

۱۷ے کشف الارتیاب فی رد فصل الخطاب

۱۸ے اعیان الشیعہ جلد ۱ ص ۴۱ ج ۴۶ دار التعارف

۱۹ے برہان روشن مصنف میرزا محمد کاظم بروجردی

۲۰ے فصول المہمۃ ص ۱۶۵–۱۶۶

۲۱ے مجلہ ترشد جلد ۳ ص ۳۰۱ طبع بغداد

۲۲ے کیہان ۹۲ آبان سال ۵

۲۳ے افسانۂ تحریف ص ۱۲۹، ... آلاء الرحمٰن ص ۲۶

۲۵ے السنۃ بعد ج ۱۶

۲۶ے اظہار الحق جلد ۲ ص ۱۲۹

۲۷ے اظہار الحق طبع استنبول ص ۸۹، طبع مصر ص ۱۰۶

بقیہ: اداریہ

جنہیں پیغمبرؐ اپنے جگر کا ٹکڑا کہا کرتے تھے۔ پس اس جگر گوشہ رسول اور تقویٰ و عصمت و طہارت کی اسوۂ کامل کی ولادت باسعادت کے موقع پر دوبارہ مبارکباد قبول کیجئے۔ بارگاہ خداوندی میں التماس ہے کہ وہ ہماری عورتوں کو تقویٰ و عصمت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے اور انہیں حضرت زہراؑ کے نقش قدم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حوالہ:

۱ے اس جگہ سورۂ حجر کی ۸۷ ویں آیہ مبارکہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ سبع المثانی سے مراد ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

۲ے مزید مطالعہ کے لئے پروفیسر مطہری کی معرکۃ الآرا کتاب "اسلام میں عورتوں کے حقوق" کی طرف رجوع کیجئے۔

۳ے سورۂ احزاب آیت ۵۹۔

امریکہ میں خواتین کی آزادی

خواتین پس ماندہ ہیں اور وہ خواتین جو اپنی عفت و شرافت عزت و ناموس کا پاس کرتی ہیں انہیں وہ غیر متمدن اور مردوں کے چنگل میں مقید ہونے سے تعبیر کرتے ہیں اس سوال کا کیا جواب دیں گے کہ ان کے ملک میں کیوں ہر گھنٹے میں سولہ عورتوں کو وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جس معاشرے میں ذاتی اغراض و مقاصد کے تحت آزادہ روی، فحاشی اور بے اخلاقی کو فروغ دیا گیا ہو اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس سے بہتر اعداد و شمار پیش کرے۔ چنانچہ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ معاشرے کی یہ کثافت اس ثقافت کا نتیجہ ہے جسے واشنگٹن میں بیٹھ کر وہاں کا سرمایہ دار طبقہ امریکی عوام کو فریب دینے کی خاطر ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما اور تشہیر کے دیگر وسائل کے ذریعے اخلاق و اقدار سے عاری قومی حکومت کے پرچار کرتا رہتا ہے تاکہ وہاں کے عوام حقائق سے بالکل غافل و نابلد رہیں۔

بقیہ: صحیح جوابات صفحہ ۴۹ سے آگے۔

۱۳ے مذکورہ اشعار جناب ناصر علی ناصر جلال پوری کی نظم سے ماخوذ ہیں۔ اس نظم کو راہ اسلام شمارہ ۸۷ میں "عزاداران حسینؑ کے آنسو" عنوان کے تحت شائع کیا گیا۔

اہم خبریں

خانۂ فرہنگ میں فردوسی سیمینار و نمائش

نائب صدر جمہوریہ ہند شری شنکر دیال شرما نے افتتاح کیا۔

نئی دہلی۔ ۱۹ دسمبر۔ کل یہاں خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران میں فردوسی و شاہنامہ موضوعات پر دو روزہ سیمینار و نمائش کا افتتاح کیا گیا۔ عزت مآب نائب صدر جمہوریہ ہند شری شنکر دیال شرما نے افتتاحی مراسم انجام دئے۔ ہند و بیرون ہند سے آئے ہوئے سیکڑوں مندوبین نے شرکت فرمائی۔

سیمینار صبح ۱۰ بجے تلاوت کلام پاک سے شروع ہوا۔ نائب صدر جمہوریہ نے سیمینار میں شمع روشن کی جسے علم و ہنر کی علامت کہا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے سفیر محترم جناب ابراہیم رحیم پور نے شری شنکر دیال شرما کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کر کے استقبال کیا اور جناب سید محمد حسن شاہنگیان کلچرل کاؤنسلر نے جناب مظفر حسین برنی چیرمین اقلیتی کمیشن کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ جناب برنی بھی سیمینار میں مہمان خصوصی تھے۔ اس موقع پر اسلامی جمہوری ایران کے معاون وزیر ارشاد جناب کریمیان بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے نائب صدر جمہوریہ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کیا۔ یہ تحفہ ایک خوبصورت پیکنگ میں تھا۔

سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے کہا:

ہندستان فارسی مخطوطات کا ذخیرہ رہا ہے۔ شاہنامہ فردوسی کا قدیم ترین نادر خطی نسخہ بمبئی کے کاما انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ ہے، اس نسخے میں تو تصاویر

عزت مآب نائب صدر جمہوریہ شری شنکر دیال شرما شمع روشن کر کے سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے

فردوسی سمینار میں اسٹیج کا منظر بائیں سے: جناب ابراہیم رحیم پور سفیر ج ا ا، شری شنکر دیال شرما نائب صدر جمہوریہ ہند، جناب مظفر حسین ... جمہوریہ ... کمیشن ہند، جناب ... صدر تنظیم یونیسکو دہلی شاخ، جناب سید محمد حسن شاہنگیان کلچرل کاؤنسلر، اور پروفیسر امیر حسین عابدی

کی نقاشی بھی کی گئی ہے۔ شری شرما نے مزید فرمایا کہ نیشنل میوزیم دہلی، سالار جنگ میوزیم حیدرآباد، رضا لائبریری رام پور کچھ ایسے مقامات ہیں جہاں شاہنامہ فردوسی کے نوادرات موجود ہیں۔ موصوف نے کہا کہ ہندستان وہ پہلا ملک ہے جس نے سب سے پہلے ۱۸۱۱ء میں شاہنامہ کو شائع کیا اسکے بعد اس کے ہندی، بنگالی اور گجراتی زبانوں میں بھی تراجم کئے گئے۔

نائب صدر جمہوریہ نے ہند و ایران کے قدیم تہذیبی و ثقافتی تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ "ہند و ایران کے مشترک علم و ہنر، تہذیب و تمدن اور فن و فرہنگ پر مبنی روابط کی طویل و درخشاں تاریخ ہے"۔ انہوں نے پنڈت جواہر لعل نہرو کی کتاب ڈسکوری آف انڈیا کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہند و ایران تعلقات آریائی تہذیب کے نقطہ آغاز سے شروع ہو گئے تھے۔

عزت مآب نائب صدر جمہوریہ ہند نے ربن کاٹ کر شاہنامہ و فردوسی عنوان کے تحت منعقدہ نمائش کا بھی افتتاح کیا۔

سیمنار کی افتتاحی نشست میں جناب سید محمد حسن شاہنگیان نے وزیر فرہنگ و ارشاد جناب سید محمد خاتمی کا پیغام پڑھ کر سنایا وزیر موصوف کو جلسہ میں شرکت کرنی تھی لیکن بعض دیگر فرائض منصبی میں مشغولیت کی بنا پر تشریف نہ لا سکے۔ جناب خاتمی نے شرکا، سیمنار کو نیک خواہشات و مبارکباد کے ساتھ لکھا ہے کہ: شاہنامہ کے مخطوطات کا سارے ہندستان میں دستیاب ہونا، ہندستانی عوام اور اس برعظیم کے برگزیدہ اہل علم میں فردوسی کے نظریات کی مقبولیت کا مظہر ہے۔" انہوں نے مزید لکھا ہے کہ "اس سیمنار کا انعقاد اور فارسی ادب و فرہنگ پر دیگر ثقافتی محفلیں اسلامی جمہوری ایران کے لئے دلچسپی اور مسرت کا باعث ہیں۔"

اسلامی جمہوری ایران کے سفیر محترم جناب ابراہیم رحیم پور نے استقبالیہ خطبے میں ارشاد فرمایا کہ عظیم شعراء، ادبا اور علما کا کسی مخصوص ملک سے تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ مشاہیر مثلاً فردوسی، مولوی، سعدی، حافظ، اقبال، اور نظام الدین کا تعلق پوری دنیائے آدمیت سے ہے۔ ان عقلاء کے خیالات و نظریات صدیوں سے دنیا کے گوشہ و کنار میں نقل کئے جاتے رہے ہیں۔ چنانچہ عالمی تنظیم۔ یونیسکو (UNESCO) بھی یکے بعد دیگرے ان عظیم شخصیات کے نام سے سال کو منسوب کرتی رہی ہے۔" جناب سفیر نے مزید فرمایا کہ تاریخ ہند نے ایسی شخصیات کے نام کو محفوظ کرلیا ہے جنہیں شاہنامہ زبانی یاد تھا۔ انہیں ایک نام لالا آشارام کا بھی ملتا ہے۔"

جناب رحیم پور نے اپنی تقریر میں شاہنامے کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے ایک متعلقہ واقعہ کا حوالہ دیا کہ "۹۹۹ھ میں عبدالرحیم خان خاناں محاذ سندھ پر جنگ کر رہا تھا۔ بادشاہ اکبر کے فاضل وزیر ابوالفضل علامی کو اطلاع ملی کہ اس کی فوج کے کمانڈروں میں فلسفی و اخلاقی مباحثے عام ہیں تو اس نے عبدالرحیم خان خاناں کو لکھا کہ:

"آج کل آپ کی محافل میں شاہنامہ و ظفرنامہ پڑھا جانا چاہئے نہ کہ اخلاقیات ناصری و خطوط شرف منیری۔"

اس دو روزہ سیمنار میں متعدد مندوبین نے مقالے پڑھے جن میں آقای کربیان (ایرانی)، پروفیسر امیر حسین عابدی، ڈاکٹر یونس جعفری، ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر وارث کرمانی، ڈاکٹر آصف نعیم صدیقی، آقای موسوی گرمارودی (ایرانی) ڈاکٹر جاوا، ڈاکٹر آصفہ زمانی، ڈاکٹر شعیب اعظمی، ڈاکٹر بیشوتن درمزا (ایرانی)، ڈاکٹر کے این۔ پنڈتا، ڈاکٹر انوار احمد، اور ڈاکٹر شمیم الحق صدیقی بھی شامل تھے۔ اس دو روزہ سیمنار کے اختتام پر افغانی قوالوں نے فردوسی کا کلام سنایا۔

نیشنل میوزیم نئی دہلی میں شاہنامے کے مخطوطات کی نمائش

SHAHNAMA OF FIRDAUSI

Exhibition will remain open till 26th December, 1990. Daily from 10 a.m. to 5 p.m. (Mondays closed)

The exhibition arranged in collaboration with Culture House of the Islamic Republic of Iran, New Delhi.

National Museum
Janpath, New Delhi

نئی دہلی ۱۱ر دسمبر۔ آج یہاں شاہنامہ فردوسی کے ۲۲ نادر قلمی مخطوطات کی نمائش کا افتتاح کیا گیا۔ خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران کی ہماہنگی سے ہندستانی نیشنل میوزیم نے اس کا انعقاد کیا۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے سفیر محترم نے سیکڑوں حاضرین کے درمیان نمائش کا افتتاح کیا۔

نیشنل میوزیم بی۔ جن پتھ روڈ کے ڈائریکٹر جنرل جناب مہا پاترنے خصوصی دلچسپی لے کر، میوزیم کی گیلری میں اس نمائش کو منعقد کیا۔ نمائش میں شاہنامہ فردوسی کے وہ ۲۲ عدد نادر نسخے دکھائے گئے جو ہندستان میں مسلم سلاطین کے دور میں یا تو ایران سے لائے گئے تھے یا اُن کی کتابت کی گئی تھی۔ واضح رہے کہ شاہنامہ فردوسی کی تدوین کو امسال ایک ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور بین الاقوامی ادارے یونیسکو (UNESCO) نے سال رواں کو عظیم شاعر ابوالقاسم فردوسی کے نام سے معنون کیا ہے۔

خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران نئی دہلی نے اس نمائش کے انعقاد میں ہندستانی نیشنل میوزیم کو تعاون دیا تھا۔ اور دونوں کی ہماہنگی سے یہ نمائش کامیابی کے ساتھ ۲۶ر دسمبر تک جاری رہی۔ نیشنل میوزیم کے ڈائریکٹر جنرل جناب مہا پاترنے استقبالیہ خطبہ میں شاہنامہ فردوسی کی بعض خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے مہمانوں کا اس نمائش میں استقبال کیا۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے سفیر محترم جناب ابراہیم رحیم پور نے ۴ بجے شام اس نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف نئی دہلی میں شاہنامہ فردوسی کا اتنا اہم ذخیرہ ایران و ہند کے درمیان قدیم دور سے مستحکم و استوار ثقافتی و معاشرتی تعلقات کا مظہر ہے موصوف نے مزید فرمایا کہ قدیم زمانے سے ہندستان ایران کے علم و ادب اور فن و ہنر سے متاثر رہا ہے۔ ان میں شاہنامہ فردوسی کو خصوصی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔

سرزمین حجاز میں یہودی سپاہ کی موجودگی

مغربی اخبار و رسائل کا اعتراف حقیقت

تہران۔ ۱۳ر نومبر۔ روزنامہ اخبار کیہان ہوائی کی خدمات مراسلت کے مطابق سعودی عرب میں جو امریکی فوج مقیم ہے اس میں یہودی سپاہی بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر سعودی حکومت نے علمائے یہود کو اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ہے تاکہ وہ یہودی سپاہیوں کے درمیان پند و وعظ کر سکیں۔

والندین کے روزنامہ اخبار "دی ٹیلیگراف" نے لکھا ہے کہ سعودی عرب میں امریکی فوج کے داخل ہونے کے ساتھ ہی آل سعود نے عیسائی اور یہودی مبلّغین کی آمد کو بھی تسلیم کر لیا ہے تاکہ وہ امریکی سپاہیوں میں پند و وعظ اور تبلیغ کا کام کر سکیں۔ درحالیکہ امریکہ امریکی سپاہ کی آمد سے

قبل سرزمین مقدس حجاز پر ان مبلغین کی آمد کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

روزنامہ اخبار " دی ٹیلیگراف " نے " سعودی عرب کی کشاکش " کے زیر عنوان لکھا ہے کہ باخبر حلقوں میں اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ سعودی عرب میں امریکی فوج کے داخل ہونے کے باعث اس ملک میں وہ فضا برقرار نہ رہ سکے گی جو اس فوج کی آمد سے قبل تھی۔

اس صحیح قیاس آرائی کے بعد اس اخبار نے یہ سوال پیش کیا ہے کہ اس اقدام کے بعد سعودی کون سی راہ اختیار کریں گے۔ کیا وہ دین اسلام پر پہلے سے زیادہ کاربند رہیں گے یا وہ مغربی زندگی کی بے راہ روی اختیار کریں گے۔

" دی ٹیلیگراف " نے ایک مغربی سیاستدار کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امریکی فوج کی آمد سے قبل سعودی عرب میں صلیب یا ستارہ داؤدی گردن میں ڈال کر چلنا ممنوع تھا۔ اس کے علاوہ سرزمین حجاز میں توریت و انجیل جیسی کتابوں کا لانا بھی جرم تصور کیا جاتا تھا لیکن امریکی فوج کے داخل ہو جانے کے بعد یہاں کی فضا مکمل طور پر بدل چکی ہے۔ ان کتب سے پابندی ہی ختم نہیں کی گئی بلکہ حکومت نے اس بات کی بھی اجازت دے دی ہے کہ یہودی اور عیسائی علمائے دین اس ملک میں آئیں اور امریکی فوجیوں کو دینی تعلیم دیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس سے قبل بعض عرب حلقوں میں یہ خبر گرم رہ چکی ہے کہ اسرائیل سے صیہونی فوج سعودی عرب کی جانب روانہ کی گئی ہے۔ چنانچہ یہ خبریں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ امریکی پرچم کے زیر سایہ صیہونی سپاہی بھی سرزمین حجاز میں داخل ہو چکے ہیں۔

حجاز جیسی مقدس سرزمین پر غیر ملکی افواج کی موجودگی مسلمانان عالم کی عظیم بدبختی و حرماں نصیبی

حجت الاسلام والمسلمین امامی کاشانی کا خطبہ نماز جمعہ میں اظہار افسوس

حسب سابق اس مرتبہ بھی اجتماع سیاست و عبادت یعنی نماز جمعہ کا قیام دانشگاہ تہران تہران کے گرد و نواح کی شاہراہوں پر شور رائے پاسبان فقہا اور فی الوقت نماز جمعہ شہر تہران حجت الاسلام والمسلمین حضرت امامی کاشانی کی زیر قیادت و امامت عمل میں آیا۔

نماز جمعہ کے خطبۂ اول میں موصوف نے اس موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے کہ افراد کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں فرمایا کہ اساتذہ اور شاگردوں کے درمیان جو رشتہ ہے اس میں شاگردوں کے بھی استاد پر کچھ حقوق ہیں۔

عمدہ معلم کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے امام جمعہ جناب امامی کاشانی نے اس بات پر زور دیا کہ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ خوش خلقی، صبر و استقامت، اسباق پر مکمل عبور، فکر و ابتکار طلبہ کی تخلیقی استعداد کی جانب توجہ دیں اور ان اقدار کو چاہیں کہ جن کی آئندہ ضرورت آج کے نونہالوں کو ہوگی۔

معلمین کے صبر و استقامت کی جانب توجہ دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انھیں چاہیے کہ شاگردوں کی لغزشوں سے چشم پوشی کریں مگر اس کے ساتھ ہی ان کے کردار پر نظر بھی رکھیں اور اپنی سعی و کوشش اس امر کی جانب مرکوز کر دیں کہ ان کے شاگردوں کی صلاحیتیں عمدہ طور پر بار آور ہو سکتی ہیں

اس ضمن میں موصوف نے مزید کہا کہ : ہر معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی ان صلاحیتوں کی ترقی میں معاون و مددگار ثابت ہو جو خداوند تعالیٰ نے ان میں ودیعت کی ہیں۔ معلمین و اساتذہ کو شاگردوں سے عمدہ توقعات رکھنی چاہئیں اور شاگردوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کی خوشنودی حاصل کریں

ڈاکٹر محمود حسابی

سال رواں کے عظیم ترین ڈاکٹر منتخب کئے گئے

ارک۔ ۱۵، نومبر ۱۹۹۰ء خبر گزاری ارنا کی اطلاع کے مطابق بین الاقوامی مؤسسۂ تحقیقات امریکہ کے انسٹی ٹیوٹ آئی۔ بی۔ آئی نے ایران کے بابائے علم طبیعیات ڈاکٹر محمود حسابی کو ۱۹۹۰ء کے بہترین شخصیت کی حیثیت سے منتخب کیا ہے۔

اس اعلان کی بنیاد پر آئی۔ بی۔ آئی انسٹی ٹیوٹ نے شمالی کارولینا سے اور امریکہ میں قائم بین الاقوامی مؤسسہ تحقیقات کی جانب سے جداگانہ طور پر ماہ ستمبر میں جو خطوط ڈاکٹر محمود حسابی کے نام تہران روانہ کئے گئے، جن میں کہا گیا تھا کہ موصوف کے نام کا اعلان ۱۹۹۰ء کی اہم ترین شخصیت کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکہ کا آئی۔ بی۔ آئی انسٹی ٹیوٹ ہر سال اہل علم اور مشہور و معروف اشخاص کی خدمات نیز ان کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا جائزہ لینے کے بعد برجستہ ترین شخص کو سال کا سرآمد شخص منتخب کرتا ہے۔ چنانچہ اس انسٹی ٹیوٹ نے ڈاکٹر محمود حسابی کو جو خط لکھا ہے، اس میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انتخاب کا سبب اس ایرانی صاحب فہم و فراست دانشور کے شخصی فضائل اور انسانی معاشرے کے لئے موصوف کی قابل قدر خدمات ہیں۔

(باقی آئندہ شمارہ پر)

شہر طہران کے امام جمعہ امامی کاشانی نے اس بات پر زور دیا کہ شاگردوں کی تعمیر میں اساتذہ کا درخشاں و نمایاں کردار رہا ہے اسی لئے اساتذہ کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ وہ اس کار خیر میں دلچسپی نہ لیں چنانچہ اگر وہ اخلاقی اقدار کے مطابق عمل کریں گے تو یقیناً ان کا مستقبل درخشاں و نمایاں ہوگا اور وہ اپنی تخلیقی استعداد اور انتظامی صلاحیتوں کو نمایاں کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

حجت الاسلام والمسلمین جناب کاشانی نے مزید فرمایا کہ: معلمین و اساتذہ کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ خود کو درس و تدریس کے دائرے میں محدود رکھیں بلکہ انھیں چاہیئے کہ وہ شاگردوں کی اس طرح تربیت کریں کہ ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔

انقلاب اسلامی ایران کے رہبر حضرت آیت اللہ خامنہ ای نے امور مساجد سے متعلق جس مرکزی تشکیل کا حکم صادر فرمایا تھا اس کی سالانہ تقاریب کا جشن مناتے ہوئے موصوف نے عوام اور ائمہ نماز جمعہ سے درخواست کی وہ امور مساجد میں پیش پیش رہیں اور وہاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاضر ہو کر مساجد کی رونق میں اضافہ کریں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انقلاب اسلامی ایران کے رہبر حضرت اللہ سید علی خامنہ ای نے گذشتہ سال یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ آیت اللہ جعفری کی ایک ایسے علے کی تشکیل کریں جو مساجد کے انتظامی امور سے متعلق ہو۔

خطبات نماز جمعہ کے اختتام پر حجت الاسلام والمسلمین امامی کاشانی نے آیت اللہ العظمیٰ حکیم مرحوم آیت اللہ شہید الحاج سید مصطفیٰ خمینی شہید محراب آیت اللہ اشرفی اصفہانی کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کے یوم وفات کی مناسبت سے انھیں خراج عقیدت پیش کیا اور یہ دعا کی کہ خداوند تعالیٰ انہیں عالم بقا میں بلند مرتبے سے سرفراز کرے۔

اسلامی طاقتوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کا خاتمہ لازمی ہے۔

رہبر انقلاب اسلامی آیۃ اللہ خامنہ ای

رہبر انقلاب اسلامی وولی امر مسلمین آیۃ اللہ سید علی خامنہ ای نے انقلاب اسلامی فلسطین کی حمایت کرنے والی کمیٹی کے عہدیداروں سے گفتگو کرتے ہوئے مقبوضہ فلسطین کو عالم اسلام کا ایک اہم جزو قرار دیتے ہوئے کہا مسلمانان عالم تکاتار چوٹ کے ذریعہ عالمی سامراج کی بنیادوں کو متزلزل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مسئلہ فلسطین کو اہم ترین بین الاقوامی مسئلہ کہا ہے اور اسلامی جمہوریۂ ایران اس سلسلے میں اپنے شرعی فریضہ پر عمل کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں کے درمیان رائج نفس پرستی، اختلافات اور غفلتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان یہ خبیث درخت لگا دیا ہے اور آج وہ اس درخت کی حفاظت پر بھی پوری طرح کمربستہ ہیں۔ صیہونی حکومت کے ذریعہ سرزمین فلسطین پر یہ غاصبانہ قبضہ درحقیقت عالم اسلام کا عظیم خسارہ ہے اور اس نے مسلمانوں پر مہلک زخم لگایا ہے اور اب ہم اس زخم کا علاج تلاش کر رہے ہیں۔

امریکی فوجوں کے خلاف مطالبۂ جہاد

اسلامی تحریک امل کے چیرمین حسین موسوی نے اعلان کیا ہے کہ خلیج فارس میں نامناسب امریکی اقدامات اور اسلامی ممالک میں سامراجی تجاوزات ہی اس علاقے میں گڑبڑی اور عدم امن و سلامتی کا باعث ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امام خمینیؒ کی ہدایت و رہنمائی کے سایہ میں مسلمان شہادت طلبانہ آپریشن کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں اور آج ایرانی قیادت دشمنان اسلام کے خلاف کی جانے والی عالمی جدوجہد کی ہدایت کا کام انجام دے رہی ہے۔

تحریک امل کے چیرمین نے لبنانی مسلمان مجاہدین کی شجاعانہ کارروائی کی طرف اشارہ کیا جس کے ذریعہ بیرونی ممالک کی فوجی ٹکڑیوں کو لبنان سے باہر نکالا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اگر امریکی فوجوں نے مقدس اسلامی سرزمین سے باہر نکلنے میں تاخیر کی تو دنیا ایک انوکھے انداز کے شہادت طلبانہ آپریشن کا منظر دیکھ کر حیران رہ جائے گی۔

اسی طرح جارڈن، سوڈان، الجزائر، ٹیونس اور دیگر ممالک کی انقلابی تنظیموں نے بھی اسرائیل اور خلیج فارس میں مقیم مغربی فوجوں کے خلاف جہاد کا مطالبہ کیا ہے۔

سیمنار ہزارہ شاہنامہ فردوسی نئی دہلی کے نام وزیر فرہنگ وارشاد اسلامی (ایران)

ڈاکٹر سید محمد خاتمی کا پیغام

بنام خداوند جان و خرد

حکیم ابوالقاسم فردوسی طوسی کی یاد تازہ کرنا فقط ظلم وستم کے خلاف نبرد آزمائی کرنے والے ایک عظیم الشان ونامور شاعر ودانشور کو خراج عقیدت پیش کرنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے چوتھی و پانچویں صدی ہجری میں اسلامی تہذیب وتمدن کی بلندی وشگوفائی کی نشاندہی بھی ہوتی ہے اور یہ یاد آوری موجودہ وآئندہ دور میں فکری انقلاب وعوامی بیداری کا وسیلہ وسرمایہ بھی ہو سکتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ، شاہنامہ جیسی عظیم وگرانقدر کتاب میں ظلم وستم سے مقابلہ وعقل دوستی کے سلسلے میں موجود اشاروں اور وضاحتوں سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ بشریت میں ہمیشہ ایسے ہنرمند ودانشور ہوئے ہیں جو اگر اپنے دور کے ظالموں کا براہ راست مقابلہ نہیں کر سکے تو اپنے فن کی زبان سے لوگوں تک اپنا پیغام ضرور پہونچایا ہے۔

ہم لوگ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ فردوسی نے محمود غزنوی کے ظالمانہ دور حکومت میں زندگی بسر کی ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس ظالم وجابر سلطان نے ہندوستان جیسے وسیع ملک کو متعدد بار اپنے وحشیانہ حملات کا نشانہ بنایا ہے اور اپنے زعم ناقص میں جہاد کے نام پر ہندوستانی عوام کو گوناگوں وحشیانہ مظالم سے دوچار کیا ہے۔

فردوسی جیسا عظیم وبیدار دانشور یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے دور حیات میں ہر جگہ پھیلی ہوئی یہ ذلت ورسوائی ظالم بادشاہوں کی حکومت کا نتیجہ ہیں چنانچہ وہ خود کہتا ہے میں نے تیس سال تک رنج ومصائب کا بوجھ محض یہ جاننے کے لئے اٹھایا ہے کہ گذشتہ زمانے میں بادشاہوں نے یہ کیسی حکومت کی ہے کہ آج وہ اپنے زمانے کے لوگوں کو محمود غزنوی جیسے ظالموں کے چنگل میں گرفتار دیکھتا ہے۔

بسر سید از او کیان جہان ۔ وزان نامداران فرخ مہان   کہ گیتی ازین پیش چون داشتند ۔ کہ ایدون بما خوار بگذاشتند

فردوسی کی دوسری عظیم خدمت فارسی جیسی شیریں زبان کی پاسداری ہے جو عہد فردوسی میں عوام کے درمیان اتحاد کی علامت اور امت کے درمیان فکری میراث کی تبلیغ واشاعت کا وسیلہ رہی ہے۔

بسی رنج بردم درین سال سی
عجم زندہ کردم بدین پارسی

بناہای آباد گردد خراب
ز باران واز تابش آفتاب

پی افکندم از نظم کاخی بلند
کہ از باد و باران نیابد گزند

ہندوستان کے کتاب خانوں میں شاہنامہ کے بیشمار قلمی نسخوں کا وجود اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہندوستانی دانشور اور عوام اس عظیم شاہکار سے غیر معمولی طور پر متاثر رہے ہیں۔ دراصل "ہندوستانی شاعروں اور ادیبوں پر شاہنامہ فردوسی کے اثرات" ایک ایسی اہم اور روشن حقیقت ہے جس کے بارے میں محققین وماہرین علم وادب کو بغور تجزیہ کرنا چاہئے۔ درحقیقت فارسی زبان وادب وثقافت کے بارے میں اس قسم کے سیمنار اور علمی وفکری اجتماعات کی تشکیل ایک اہم ضرورت اور اسلامی جمہوریۂ ایران کی خوش قسمتی کا سرمایہ ہے۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

بسمہ تعالیٰ

مقابلہ مقالہ نویسی

اعلان نتیجہ

"تاریخ ساز فتوائے امام خمینیؒ"

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔ نئی دہلی نے کتاب شیطانی آیات کے مصنف سلمان رشدی کے خلاف ناقابل تسخیر فاتح و رہبر مستضعفین عالم امام خمینی (قدس سرہ الشریف) کے تاریخ ساز فتوے کی سالگرہ کے موقع پر جس مقابلہ مقالہ نویسی کا اعلان کیا تھا اس کا نتیجہ مندرجہ ذیل ہے:

اول انعام کے مستحق جناب شہید صفی پوری کو ہوائی جہاز کا ٹکٹ اور تہران میں ایک ہفتہ اقامت کے اخراجات سے نوازہ جائیگا۔ دوم و سوم انعام یافتگان کو نقد انعامات پیش کئے جائیں گے۔ ۲۰ منتخبین کو توصیفی اسناد اور کچھ تحائف دئے جائیں گے انکے علاوہ بعض ایسے مقالہ نگاروں کو مبلغ (۱۰۰) روپیہ کی کتب بطور تحفہ پیش کی جائیں گی جو اس فہرست میں تو شامل نہیں ہیں مگر ممتحنین نے انکے مقالوں کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مقابلے میں شرکت کرنے والے تمام افراد و خواہران کو بذریعہ ڈاک فرداً فرداً بھی اطلاع دی جا چکی ہے۔

جناب سید شبیہ کیفی، شہید صفی پوری لکھنؤ — اول	جناب میر ممتاز علی خان، مراد آباد — توصیفی سند	جناب کلوش حیدری، رانچی — توصیفی سند
جناب سید محمد جابر باقری، جورس، بارہ بنکی — دوم	جناب محمد داؤد خان، رانچی بہار — "	جناب ڈاکٹر محمد عابد صدیقی، سہارنپور — "
جناب میر یوسف علی خان، حیدر آباد — سوم	جناب ج۔ راج رتن، نئی دہلی — "	جناب مسعود اختر، میرٹھ — "
جناب ابو البرکات اصلاحی، دہلی — توصیفی سند	جناب سید ذوالفقار حیدر، گوپالپور — "	جناب ایس ایم مرتضیٰ — "
جناب مولانا سید سلمان احمد، بنگلور — "	جناب سید قیصر ... مراد آباد — "	جناب آنسہ شاہدہ، دہلی — "
جناب محمد اسلم، راہ عنایت پور، میرٹھ — "	جناب حافظ ابو ضیاء اصلاحی، نئی دہلی — "	جناب آنسہ شمع پروین ... (بہار) — "
جناب محمد نواب زیدی، لکھنؤ — "	جناب انعام الدین صادق ... — "	جناب عروج خانم اشفاق، دہلی — "
جناب سردار رب نواز، برہان پور — "		جناب عالیہ انیس ... — "

فرہنگ و ادب میں دلچسپی رکھنے والے حضرات توجہ فرمائیں

ایک نئے مجلہ کا اجراء

• "قند پارسی" نامی ایک ادبی و فرہنگی فصل نامہ (چہار ماہی) مجلہ کا اولین شمارہ انتشارات خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ فصل نامہ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ایرانی و ہندوستانی دانشمندان و محققان کے تحقیقی مقالے شامل ہیں۔ آئندہ شماروں میں بھی انشاء اللہ فارسی زبان و ادبیات کے ایرانی و ہندوستانی پاسداروں کے تحقیقات و تجربات اور نظریات پر مشتمل ایسے مقالات شامل اشاعت ہوں گے جو فارسی زبان و ادب، ایرانی فرہنگ، ہندوستان پر ایرانی فرہنگ اور ایرانیوں کے نقوش و اثرات، روابط ہند و ایران جیسے موضوعات سے مربوط ہوں۔
فصل نامہ میں نظریات کے علاوہ مختصر و قدیم آثار کو شامل اشاعت کرنے میں فوقیت دی جائے گی۔ فوق الذکر موضوعات سے مربوط ہند و ایران میں دوستوں کی شائع ہونے والی نئی کتب پر تبصرے بھی فصل نامہ میں شائع کئے جائیں گے۔

وصیت امام ایک جھلک

میں جوان لڑکوں اور لڑکیوں سے درخواست کرتا ہوں
کہ استقلال آزادی اور انسانی اقدار کو عیاشی، فسق و فجور
ٹرک بھڑک اور فساد و فحشا کے اڈوں میں حاضری
پر قربان نہ کریں جن کی طرف مغربی ممالک اور
ان کے وطن دشمن ایجنٹ تمہیں بلاتے ہیں، چاہے اس راہ
میں تمہیں زحمت و مشقت ہی کیوں نہ برداشت
کرنی پڑے

امام خمینی (رح)

MONTHLY REGISTERED - D (C) 126/89 R.No.- 49147/88 JAN. 91